

جاسوسی دنیا نمبر 13

ہیرے کی کان

(مکمل ناول)

## پریشان حال عورت

انور اپنے فلٹ کے ایک کمرے میں بیٹھا ایک کتاب پڑھ رہا تھا وہ ایک آرام کر سی میں دھنہ ہوا تھا۔ ایک بھر سامنے والی میز پر تھا اور دوسرا پھیلی ہوئی نائک پر، نائی کی گردھ میلی ہو کر جنے پر جھوول گئی تھی۔ فلٹ ہیئت پیشانی پر تھی اور بکھرے ہوئے بال بھنوں پر لہرار ہے تھے۔ اس نے آج صحی بھی شیو نبیس کیا تھا اس لئے سرخ دپیدر خساروں پر بکھلی بکھلی بزری کچھ محیب ہی لگ رہی تھی۔ اس کمرے میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ الماریوں میں کتابیں، میز پر کتابیں، کرسیوں پر کتابیں فرش پر کتابیں، آرام کر سیوں کے چڑھے ہٹھوں پر کتابیں، دو ایک کتابیں اُس کی گود میں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ کمرے میں کچھ محیب قدم کی بے ترتیبی تھی۔ فرش پر سگرخوں کے بے شمار نکل رہے اور جلی ہوئی دیا سلا بیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کتابوں کے درمیان الماریوں میں کہیں کہیں میلے اور پھٹے پرانے موزے گھے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ لکھنے کی میز پر سگرخوں کی خالی ڈیباں، ڈالاڑی بنانے کا سلامان، کچھ نئے اور پرانے رسالے، دو ایک چائے کی بیالیاں جن پر بلند سرخ رنگ کے دھبے تھے۔ ایک دو میلے کچھلے رومال اور نہ جانے کیا کیا الابا ڈالاڑی بھر تھی۔ دیو اوروں پر دو ایک کیلنڈر تھے جن میں کچھلی نارنگیں اب تک گلی ہوئی تھیں۔ انور نے کتاب پڑھتے پڑھتے سراخیا اور فلٹ ہیئت پیشانی سے سرک کر نیچے فرش پر آری۔ اس نے نہ اسامنے بٹلیا اور کتاب پیچھے کی طرف اچھال دی پھر ایک نسوائی جیخ نائی دی۔ انور مڑا دروازے میں رشیدہ کھڑی بسوار رہی تھی۔ کتاب اُس کے چہرے سے مکر اگئی اُس نے جھک کر کتاب انھائی اور انور کو گھومنے لگی۔ انور نے اپنی گود میں پڑی ہوئی کتابوں میں سے ایک کتاب انھائی اور ورق گردانی کرنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ پھر اُس نے وہ کتاب بھی میز پر ٹھنڈی اور رشیدہ

کی طرف مڑا جو بھی تک گھورے جادی تھی۔

"میں کہتا ہوں آخر اس تم کی کتابیں چھاپنے سے فائدہ؟" وہ چد لمحے بے خیالی میں رشیدہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"اور میں کہتی ہوں آخر تمہاری زندگی سے فائدہ۔" رشیدہ منہ بنا کر بولی۔

"میں نے ابھی تک اس پر غور نہیں کیا۔" انور نے آہستہ سے کہا اور کتاب پر نظریں جادیں۔

رشیدہ نے زمین پر پڑا ہوا فکٹ اٹھا کر صاف کیا اور میز پر رکھ دیا پھر کچھ دری تک منہ بنائے ہوئے چاروں طرف دیکھتی رہی۔

"تم نے پھر کتابیں ادھر اور ڈھر پھیلایا۔" رشیدہ تیز لمحے میں بولی۔

انور نے کتاب میز پر رکھ کر ایک طویل انگڑائی لی اور پیشانی پر بکھرے ہوئے بال بنا کر کھرا ہو گیا۔

"تمہارے پاس کچھ میے ہوں گے؟" اُس نے رشیدہ سے پوچھا۔

"کیوں.....؟"

"مجھے ایک پیٹ سکریٹ لادو۔"

"میں یہ پوچھنے آئی تھی کہ ہم لوگ دوپہر کا کھانا کہاں سے کھائیں گے؟"

"منہ سے۔"

"فضول باتیں نہیں کرو، ہمارے پاس اتنے پیے نہیں ہیں کہ دوپہر کا کھانا کھلایا جاسکے۔" رشیدہ جھنجلا کر بولی۔

"بس اتنی سی بات؟" انور سکرا کر بولا۔ "اس کی نہایت آسان تدبیر بتاتا ہوں وہ پرانے اخباروں کا ذہیر ہے اسے چکر تم کم از کم دس روپے حاصل کر سکتی ہو۔"

"جہنم میں گئے اخبارات.....!" رشیدہ جھنجلا کر بولی۔ "تم اپنی تختوں خشم کر دیتے ہو میری تختوں کا زیادہ حصہ بھی تم پر ہی صرف ہوتا ہے اور پھر بھی آخر میں میں اس کی نوبت آ جاتی ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" انور سمجھدی گی اور نری سے بولا۔ رشیدہ ایک کرسی پر منہ پھیلائے ہوئے بیٹھ گئی۔ انور تھوڑی دیر تک اُس کی طرف دیکھتا رہا پھر اچاک بولا۔

میں پہنچنے پہنچنے جی مار کر گر پڑا۔ انور ساجدہ کو چھوڑ کر اُس کی طرف پکا۔ رشیدہ جوز مین سے اٹھ کنی تھی ساجدہ پر جھٹ پڑی۔

گولی ارشاد کے ہیر میں گئی تھی۔ وہ ایک زخمی کتے کی طرح زمین پر پڑا غفار ہاتھا۔ انور اُسے بے دردی سے کھینچتا ہوا پھر کمرے میں لے آیا۔ رشیدہ اور ساجدہ اب بھی تک گتھی ہوئی تھیں۔ انور نے زمین پر پڑا ہوا پستول اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"رسو... اب یہ سلسلہ ختم بھی کرو۔" انور آتا ہے ہوئے لجھے میں بولا اور رشیدہ نے ساجدہ کا سر دیوار سے نکلا دیا۔ وہ لہرا کر زمین پر آرہی اور بے ہوش ہو گئی۔

"اگر تم کل رات کو مجھ پر حملہ نہ کرتے تو شاید میں یہ تکلیف گوارانہ کرتا۔" انور ارشاد کی طرف دیکھ کر بولا۔ "شاہد، دھارا سنگھ اور زبیدہ کا خون ناحق تمہاری گردن پر تھا اور تم جو کرنے جا رہے تھے۔ اس میں تک ٹھیں کہ تمہاری یہوی بڑی ہو شیار ہے مگر اس نے اس معاملہ میں مجھ سے مدد لے کر غلطی کی..... مگر نہیں، وہ تمہیں شاہد کی لاش تو اپنی لاش ثابت کرنی تھی۔ شاہد کو اپنا مفتر و قائل بھی ثابت کرانا تھا اور اسی لئے تم نے اُس کے قتل کا وہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اُس کی خلی ہی بگز جائے۔ ظاہر ہے جب تمہاری یہوی ہی شاہد کی لاش کو تمہاری لاش تسلیم کر لیتی تو کسی کو کیا اعتراض ہوتا۔ مگر تم نے اس سلسلے میں دو اہم غلطیاں کیں۔ ایک تو شاہد کی یہوی کو جعلی خط اور دوسرے وہ پرچہ جو تم نے پسل سے گھیٹ کر زبیدہ کے کمرے میں ڈالا تھا۔ تم نے اپنا جرم چھپانے کے لئے اتنی حماقتوں کیں کہ خدا کی پناہ۔"

انور نیلی فون کی طرف بڑھا۔

"ہیلو آصف.... میں ۳۱۔ آسکر اسٹریٹ سے بول رہا ہوں۔ وعدے کے مطابق تمہارا شکار میرے قابو میں ہے.... نہیں.... نہیں زیادہ انتظام کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک خارش زدہ گیدڑ کی طرح بے بس پڑا ہے۔"

آصف نام پوچھتا ہی رہ گیا مگر انور نے رسیور رکھ کر کمرے میں ٹھلانا شروع کر دیا۔

"ساری پرانی دشمنی تم آج ہی نکال لو گے؟" ارشاد نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے صرف کل رات کے حملے کا انتقام لیا ہے۔" انور نے لاپرواپی سے کہا۔

"اس کا مطلب کچھ اور ہے۔" رشیدہ نے مسکرا کر کہا۔ انور کو اُس کی مسکراہٹ بڑی سفاک

تھی۔ رشیدہ بھی اسی کی طرح دنیا میں تھا تھی اُس نے اپنے متعلق اُسے کبھی کچھ نہیں بتایا۔ حق بات تو یہ ہے کہ انور نے کبھی کچھ پوچھا ہی نہیں۔ ان دونوں میں دو چیزیں مشترک تھیں۔ پہلی تو یہ کہ دونوں اس وسیع دنیا میں تھا تھے دوسرا یہ کہ دونوں کارنا میں پسند کرتے تھے۔ دونوں دلیر تھے۔ دونوں کو پرانے سماج سے نفرت تھی۔ متوسط طبقے کی صاف ستری لیکن گھناؤنی زندگی ناپسند تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تھے۔ رشیدہ نے کتنی کارنا میں میں انور کا ساتھ دیا تھا۔ وہ دونوں اکثر آپس میں لا بھی جاتے تھے اور یہ لاٹائی کچھ اتنی تلخ ہوتی کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ وہ اب ایک دوسرے سے زندگی بھرتے ہو لیں گے لیکن ان کا یہ عہد زیادہ دیر پاٹا بنتا ہے ہوتا اور پھر ایک دوسرے سے بولنے پر مجبور ہو جاتے۔ نہ جانے کیوں؟ صرف ایک بات پر رشیدہ انور سے بہت زیادہ تالاں رہا کرتی تھی۔ وہ یہ کہ انور فضول خرچ تھا اور پھر جب مفلس ہو جاتا تو کبھی گھری نیچی جاتی، کبھی انگوٹھی اور کبھی روی کاغذ، اور حار لینے کا حالت تھا لیکن پیرسہ ملٹے ہی سب سے پہلے پچھلا قرض یہاں کرنے کی فکر کرتا تھا۔

خبردار کی آمد فی کے علاوہ بھی اُسے پرائیوریٹ کیسون کے سلسلے میں کافی پیسے ملتے رہے۔ شہر کے متمول لوگ جس معاملے کی تفتیش کی وجہ سے پولیس کے پرد نہیں کرنا چاہتے تھے اُس کے پر کر دیتے تھے اور کام ہو جانے پر اس کے لئے وہ اُسے معقول معاوضہ دیتے تھے۔ بہر حال اگر وہ چاہتا تو نہایت شان سے زندگی بس کر سکتا تھا لیکن اپنے بے اصولے پن کی وجہ سے ہمیشہ مفلس رہتا تھا۔ لا پرواہی اُس کے کردار کا جزو لازم تھی۔ اس وقت بھی اُسے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ایک سمجھنے کے بعد اُسے وفتر جانا ہے۔

”تم سے ایک عورت ملنا چاہتی ہے۔“ رشیدہ نے دروازے میں آکر کہا۔

”لیکن میں کسی عورت سے ملنا نہیں چاہتا۔“ انور نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

”لیکن وہ تمہیں جانتی ہے۔“

”مجھے بہتری عورتیں جانتی ہیں۔“

”تو میں اُسے کیا کہہ دوں....؟“

”کہہ دو کہ میں نہیں ملنا چاہتا۔“ انور نے کہا۔

رشیدہ یہی گئی لیکن تھوڑی دیر بعد ایک جوان عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ ظاہری حالت

سے کوئی محتقول عورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ سفید سلک کی سازگاری میں ملوس تھی۔ جسم پر سور کا لمبا کوٹ تھا اور گلے میں ہیر دل کا بیش قیمت ہار، ہونٹوں پر نہایت شوخ قسم کی اپ اسلک کی تہ جی ہوتی تھی۔ آنکھوں میں بلا کی جاذبیت تھی۔ وہ دروازے سے پکھے دور آ کر نجھک گئی۔ انور بدستور مطالعے میں مشغول تھا۔ آہٹ سن کر وہ کتاب سے نظر سے ہٹائے بغیر بولا۔

”اب کیا ہے؟“

”اوہ.... آں.... انور....!“ وہ لپکپاتی ہوئی بولی۔ انور چوک کر مڑا۔

”اوہ تم ساجدہ کیوں؟ کیسے زحمت گوار افرمائی؟“ انور طنزیہ انداز میں بولا۔ عورت نے لمحے کی تکنی محوس کر لیں گے لیکن پکھ بولی نہیں۔ قبل اس کے کہ انور اُس سے بیٹھنے کے لئے کہتا وہ خود یعنی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

”شاپیچاٹ سال بعد ہم لوگ مل رہے ہیں۔“ وہ آہٹ سے بولی۔

”لیکن پاچ سال بعد ملتے کی وجہ؟“ انور نے بے رخی سے پوچھا۔

”انور میں اس وقت مصیبت زدہ ہوں۔“ وہ ملتجانہ انداز میں بولی۔

”کوہو... کمل کر دیا۔ اتنے قبیت ہار اور اتنے نادر کوٹ میں بھی تم خود کو مصیبت زدہ بھجھتی ہو؟“

”انور....!“ عورت تیز لمحے میں بولی۔ ”میں تم سے سودا کرنے آئی ہوں۔“

”تو کر دتا....!“

عورت نے گھوم کر رشیدہ کی طرف دیکھا جو پرانے اخبارات لکھا کر رہی تھی۔

”تمہاری یادی ہے؟“ عورت نے انور سے پوچھا۔

”نہیں، یادی سے زیادہ۔“

”یعنی....؟“

”میری دوست ہے۔“ انور آلتا کر بولا۔ ”تم اپنی بات کہو۔“

اس دوران میں رشیدہ اخبارات کا ذہیر اکٹھا کر کے باہر جا پکی تھی۔

”میرا شوہر اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔“ عورت بولی۔

”تو میں کیا کروں میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہوں۔“ انور نے کہا۔

”مجھے پوری بات کہنے دو۔“ عورت گرج کر بولی۔ ”وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے اور تین دن

ہیرے کی کان

سے گھر سے عائب ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اسے ڈھونڈو۔“

”اس سلسلے میں پولیس زیادہ بہتر ثابت ہو گی۔“ انور نے کہا۔

”میں اسے مناسب نہیں سمجھتی۔“

”کیا اس لئے کہ تمہارا شوہر دیوالیہ ہو چکا ہے؟“

”کیا مطلب....؟“ عورت چوک کر بولی۔

”ہر سرمایہ دار تم کا آدمی دیوالیہ ہونے سے کچھ دن پہلے اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے۔“

”کسی سے بدلتے لینے کا یہ اچھا طریقہ ہے انور۔“ عورت ناخوٹگوار لبجھ میں بولی۔

”کیا بدلتے....؟“ انور نے تحریر آئیز لبجھ میں پوچھا۔

”خیر میں انتہائی مجبوری کے عالم میں تمہارے پاس آئی ہوں.... ورنہ....!“

”میں تمہارے دیدار کے لئے ترپ ترپ کر رہ جاتا۔“ انور نے جملہ پورا کر دیا۔

”بس حد ہو گئی۔“ عورت تھیک کر بولی اور انھوں کر کھڑی ہو گئی۔

”بسم اللہ۔“ انور بھی اٹھتا ہوا بولا۔

عورت کھڑی کھڑی تھوڑی دیر سک انور کو گھورتی رہی پھر اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

لیکن لمحہ بعد دوبارہ بیٹھ گئی۔ وہ سکیاں لے لے کر رورہی تھی۔

انور کھڑکی کے قریب جا کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مڑا۔ عورت نے آنسو

پنچھہ ڈالے تھے اور رحم طلب نگاہوں سے انور کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”کیا چلی بار اُس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔“ انور نے پوچھا۔

”نہیں پہلے سال بھی ایک بار ایسا ہوا تھا۔“

”عائب ہو گیا تھا؟“

”نہیں اُس کے ایک دوست نے اُسے گھر بک پہنچایا تھا۔ وہ اچانک ایک ہوٹل میں بیٹھے بیٹھے

اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔“

”کون دوست، اُس کا نام اور پتہ....؟“ انور نے پوچھا۔

”یہ تو مجھے یاد نہیں، بہر حال وہ اُس کا کوئی دوست نہیں تھا۔“

”خیر....!“ انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”یہ کیفیت کتنے دنوں تک قائم رہی تھی؟“

”تمن دن...!“

”اس کے بعد...؟“

”وہ بالکل صحیح ہو گیا تھا۔“

”اس دوران میں کیا ہوا۔ کیا اس کے غائب ہو جانے سے پہلے تم اس کی ذہنی کیفیت سے واقع تھیں؟“

”ہاں میں اس کی محمد اشت کرتی تھی لیکن پرسوں رات کو جب میں سورہ تھی وہ کسی طرف نکل گیا۔“

”کیا ادھر اس کی مالی حالت کچھ خراب ہو گئی تھی؟“ انور نے پوچھا۔

”نہیں.... قطعی نہیں۔ آج سے پدرہ دون قبل اس نے مجھے بتایا تھا کہ اسے کپڑا سینے کی مشینوں کی درآمد میں کافی فائدہ ہوا ہے۔“

”کیا تمہارے اور اس کے تعلقات آج کل کچھ ناخوشگوار ہو گئے ہیں؟“

”قطعی نہیں۔“

”اس کے بڑے والوں میں کوئی ایسی عورت جس سے وہ بہت قریب ہو؟“

”کوئی نہیں۔“ عورت جلدی سے بولی۔ ”یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”میں اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے رہا ہوں۔ اسلئے جو کچھ مناسب سمجھوں گا اپنے چھوٹوں گا۔“

”میں زندگی بھر تمہاری احسان مندر ہوں گی۔“

”لیکن تم اس کی رپورٹ پولیس میں کیوں نہیں کرتا چاہتیں؟“ انور نے پوچھا۔

”مجھے خوف ہے کہ اس خبر کے مشہر ہونے پر کچھ لوگ بے ایمانی پر کربستہ ہو جائیں گے۔“ عورت بولی۔

”یعنی...؟“

”اس کی تجارت کے ساتھی دار۔“ عورت نے کہا۔

”مجھے ایسے لوگوں کے پتے نوٹ کراوے۔“ انور نے کہا۔

عورت نام اور پتے بولتی رہی۔ انور لکھتا رہا۔

”میں آج ہی سے کام شروع کر رہا ہوں۔ لیکن اخراجات....؟“

عورت نے اپنا بیک کھول کر نوٹوں کا ایک بندل نکالا اور اسے میز پر ڈالتی ہوئی بولی۔ ”یہ پانچ سور و پے ہیں۔ بقیہ پانچ سو کام ہو جانے پر دوں گی۔“  
انور نے بندل اختاکر جیب میں ڈال لیا۔

”میں کل صبح تم سے ملوں گا۔ آج کل کہاں رہتی ہو؟“  
”۱۱۳ آسکر اسٹریٹ میں۔“

”فون نمبر...؟“

”تمن سو بیالیں...!“

”اچھا...!“ انور انھتہ ہوا بولا۔

عورت چلی گئی۔ انور پھر ایک کتاب اختاکر پڑھنے لگا۔  
تحوڑی دیر بعد رشیدہ آئی اور اس نے اخبار کا بندل فرش پر پھیل دیا۔  
”کیوں کیا پات ہے؟“ انور سکرا کر بولا۔

”بات یہ ہے۔“ رشیدہ ہوت بھیج کر بولی۔ ”کہ روی فروشوں کو ضرورت نہیں اور میں اس بندل کو بغل میں دبا کر شہر کا چکر نہیں لگا سکتی۔“

”تو اس بندل کو سنھالو۔“ انور نے نوٹوں کا بندل اس کی طرف اچھاتے ہوئے کہا۔  
”اوہ یہ کیا... یہ... یہ...!“ رشیدہ رک رک کر بولی پھر تین لمحے میں پوچھا۔ ”وہ عورت کون تھی؟“

”ایک غرض مند...!“ انور سکرا کر بولا۔ ”جو کام وہ مجھ سے لینا چاہتی ہے یہ اس کی آدمی اجرت ہے۔“

”وہ تم سے بے تکلف معلوم ہوتی تھی۔“ رشیدہ نے ملکوک لمحے میں کہا۔

”ہاں آج سے پانچ سال پہلے میں اس سے حماقت کرتا تھا۔“ انور نے کہا۔

”اوہ.... یعنی.... یعنی محبت کرتے تھے؟“

”ہاں...!“

”اور اب...؟“ رشیدہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”تو یہ وہی عورت ہے جس نے تمہیں اس حال کو پہنچا دیا ہے؟“

”لا حول ولا قوّة۔“ انور نہ اسامنے بنا کر بولا۔ ”اس حال سے تمہاری کیا مراد ہے؟“  
”یہی بے تکلی زندگی۔“

”لیکن میں اسے بے تکلی نہیں سمجھتا اور شاید تم یہ سمجھتی ہو کہ میں ایک کلا سیکل ٹم کے  
نامام عاشق جیسی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ لا حول ولا قوّۃ اس کا تصور بھی میرے لئے تو ہیں کا باعث  
ہے ایک عورت کے لئے.... ہونہے....!“

رشیدہ پہنچ دیے خاموش کھڑی رہی پھر نوٹوں کا بندھ انور کی طرف پھینک دیا۔  
”میں تمہاری ہوتی کون ہوں۔“ رشیدہ منہ بسور کر بولی۔

”ہاں یہ سچ ہے کہ تم میری کوئی نہیں ہو۔“ انور ہونٹ سمجھ کر بولا۔ ”لیکن اگر تم یہ نوٹ  
اپنے پاس نہیں رکھو گی تو میں تمہارا سر دیوار سے کٹرا کر پاٹ پاٹ کر دوں گا سمجھیں؟“  
”لیکن وہ تم سے کیا کام لیتا چاہتی ہے؟“ رشیدہ نے پوچھا۔

”اُس کا شوہر کھو گیا ہے۔“

”اس لئے اب وہ تم پر ڈورے ڈال رہی ہے۔“ رشیدہ منہ بنا کر بولی۔

”پھر وہی فضول بکواس۔ جانتی ہو اُس کا شوہر کون ہے؟“

”نہیں....!“

”شہر کا مشہور سرمایہ دار ارشاد علی۔“

”اوہ تو یہ ساجدہ تھی اور تم اُس سے محبت کرتے تھے؟“

”ہاں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ وہ میری کلاس فیلو تھی پہلے اُس نے مجھ سے حماقت شروع  
کی تھی لیکن بعد میں وہ ایک سرمایہ دار کو چانسے میں کامیاب ہو گئی اور میں ایں۔ ایں۔ بی کا ڈپلومہ  
لے کر جہالت کرنے لگا۔ لیکن وہ زیادہ دنوں تک نہ چل سکی کیونکہ خود میرا ذہن بڑی حد تک  
بھرمانہ ہو چکا تھا۔“

”تمہیں افسوس تو بہت ہوا ہو گا....؟“ رشیدہ نے کہا۔

”کیوں افسوس کیوں ہوتا۔“ انور نے لاپرواں سے کہا۔

”تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہیں اُس سے محبت نہیں تھی۔“

”تھی کیوں نہیں۔ جب تک وہ مجھ سے ملتی رہی مجھے اُس سے محبت رہی اور جب یہ یقین

ہو گیا کہ وہ میری نہ ہو سکے گی تو میں اسے بالکل بھول گیا۔

”تو اس کا یہ مطلب کہ اگر میں بھی.....!“ رشیدہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

”ہاں ہاں جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو میں تمہیں بھی بھول جاؤں گا۔“ انور نے کہا۔

”جاڑ جلدی سے ایک ڈپ اسٹیٹ ایکسپر لسی خرید لاؤ۔ میں نے دو گھنٹے سے سگریٹ نہیں پیا۔“

”تم اُس کے روپے واپس کر دو۔“ رشیدہ نے آہستہ سے کہا۔ ”میں اخبار تھک کر لاؤں گی۔“

”ہشت.....!“ انور منہ بنا کر بولا۔ ”ذرایہ بتاؤ ہم پر ادھا کتنا ہے؟“

”دو سورو پے.....!“ رشیدہ نے کہا۔

”اور تم کہتی ہو کہ میں اُس کے روپے واپس کر کے مفت کام کر دوں۔“

”تم غلط سمجھے میں یہ کہہ رہی ہوں کہ تم یہ کیس نہ لو۔“

”کیوں.....؟“

”اس طرح وہ پھر تمہارے قریب آجائے گی۔“

”آجائے دو.....!“

”میرا مطلب ہے کہ کہیں تمہاری محبت پھر نہ جاگ اٹھ۔“

”ممکن ہے۔“

”لیکن میں یہ نہیں چاہتی۔“ رشیدہ جھلا کر بولی۔

”کیوں؟“

”میں نہیں جانتی۔“ رشیدہ نے کہا۔ ”تمہیں یہ روپے واپس ہی کرنے ہوں گے۔“

”اور قرض.....؟“

”کسی نہ کسی طرح ادا کروں گے۔“

”تمہاری بہت نرمی سی عتل ہے۔“ انور بولا۔ ”تم بھروسی ہو کہ شاید میں پھر اُس سے محبت کرنے لگوں گا۔“

رشیدہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”جاڑ سگریٹ لاؤ۔ قرض ادا کر دو۔“ انور نے نوٹوں کا بندل اُس کی طرف اچھاتے ہوئے کہا۔

”اور اپنے لئے ایک سوت کا کپڑا بھی خرید لیمن۔ آج ہم کسی شاندار ہوٹل میں کھانا کھائیں گے۔“

”مجھے نہیں چاہئے سوت میں تمہاری ہوتی کون ہوں۔“ رشیدہ نے کہا اور نٹوں کا بندل ہاتھ میں لئے ہوئے پر پختہ ہوتی کمرے سے باہر چلی گئی۔

انور نے وہ کاغذ جیب سے نکالا جس پر ساجدہ نے پتے لکھوائے تھے اور کچھ دیر تک ناموں اور پتوں کو دیکھتا رہا پھر انھوں کر بال درست کئے۔ تائی کی گردھ تھیک کی، اور کوت پہننا اور رشیدہ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

## چھان بیم

انور نے موڑ سائکل نکالی اور ارشاد علی کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا، راستے میں اُس نے دو ایک تھانوں سے اپنے اخبار کے لئے خبریں بھی مہیا کیں اور انہیں ترتیب دے کر اخبار کے دفتر میں دینا ہوا آگے بڑھا۔ دفتر کے عملے نے اُس کا نام ”طوقانی“ رکھ چھوڑا تھا۔ وہ جب بھی دفتر میں داخل ہوتا خاصی ہڑبوگ بچ جاتی اور چپر اسی سے لے کر ایڈیٹر تک کو معلوم ہو جاتا کہ انور دفتر میں آگیا ہے۔ کبھی وہ پروف ریٹر سے الجھتا اور کبھی کپوزیٹر سے، حد یہ ہے کہ چیف ایڈیٹر بھی اُس کی نکتہ چینیوں سے نہیں پچھاتا۔

ارشاد علی کے دفتر میں اُسے تھوڑی دیر تک اُس کے پار شر شاہد کا انتظار کرنا پڑا۔ تقریباً بارہ بجے وہ آیا۔ یہ بھی ارشاد علی کی طرح خاصاً دولت مند آدمی تھا۔

”میں ارشاد علی صاحب سے ملتا چاہتا ہوں۔“ انور نے اُس سے کہا۔

”کیوں....؟“ شاہد نے انور کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ایک ضروری کام ہے۔“

”ارشاد صاحب کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔“ شاہد نے کہا۔

”لیکن مجھے تو اطلاع ملی ہے وہ نہیں ہیں۔“ انور نے کہا۔

”ممکن ہے۔“ شاہد نے کہا اور اپنے کمرے سے باہر چلا گیا۔

انور بھی اُس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔ شاہد غصے میں اُس کی طرف مڑا لیکن قبل

اس کے کہ وہ کچھ کہتا انور نے کہا۔

”چھپے سال جب ارشاد صاحب اپنی یادداشت کھو بیٹھے تھے تو آپ کہاں تھے؟“  
شہید چونکر کوئے گھورنے لگا۔

”کیوں...؟“ شہید کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ وہ اُسے عجیب نظر وہ سے گھور رہا تھا۔  
”اپنی معلومات کے لئے پوچھ رہا ہوں۔ جس میں پولیس خاصی دلچسپی لے گی۔“  
”آپ ہیں کون...؟“ شہید نے صحابہ انداز میں پوچھا۔  
”خدائی فوجدار...!“

”اگر آپ قاعدے سے بات نہیں کریں گے تو میں آپ کو دھکے دے کر یہاں سے نکلا  
دوس گا۔“ شہید گرج کر بولا۔

”خیر...!“ اور اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں آپ کو اس کی زحمت نہ دوں گا۔ دیے اب پولیس آپ  
میں کافی دلچسپی لے گی، بارہ ٹن لو ہے کی چور بازاری کے سلسلے میں۔“  
انور جانے کے لئے مڑا۔

”شہر ہے۔“ شہید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اُس کے چہرے پر سپیدی دوڑ گئی تھی۔ اُس  
نے انور کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

انور کرسی کی پشت پر نکل کر آگے کی طرف جھک گیا۔ وہ شہید کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔  
”آپ کو ارشاد علی کے یادداشت کھو بیٹھنے کے متعلق کیسے معلوم ہوا؟“ شہید نے بھرائی ہوئی  
آواز میں کہا۔ ”اس کا حال سوائے میرے اور اُس کی بیوی کے کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔“  
”تو آپ ہی نے انہیں ہوٹل سے اُن کے گھر تک پہنچایا تھا؟“ انور نے پوچھا۔  
”جی ہاں... مگر...!“

”کیا اس دوران میں بھی اُن پر اس قسم کا کوئی دورہ پڑا تھا؟“ انور نے پوچھا۔  
”مجھے اس کا علم نہیں۔“

”آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ آج کل باہر گئے ہوئے ہیں؟“  
”اُس کی بیوی نے مجھے اطلاع دی تھی۔“

”وہ خود کچھ نہیں کہے گئے؟“

”جی نہیں۔“ شہید نے کہا۔ ”لیکن آپ ہیں کون؟“

”انور سعید۔ اشار کا کرامہ رپورٹ۔“

”اوہ....!“ شاہد اسے تغیر آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”آپ ان کے جگہی دوستوں میں سے ہیں؟“

”ہاں۔ لیکن اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔“ شاہد نے بیزاری سے کہا۔

”وقت تو میرے پاس بھی نہیں۔ کیا ارشاد صاحب کا کسی عورت سے ناجائز تعلق بھی ہے؟“

”چہ اسی....؟“ شاہد چیخنا۔

”خیر خیر.... شاید میں ابھی لوٹ کر آؤں۔“ انور نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

تحوڑی دور چل کر وہ پھر لوٹا اور دروازے کی چین ہٹا کر کہنے لگا۔ ”لیکن میرے پاس اس کا مکمل ثبوت ہے کہ آج نکل آپ لوگ لوہے کی چور بازاری کر رہے ہیں۔“

چند لمحوں میں وہ سڑک پر اپنی موڑ سائکل اشارت کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک سُختی تھی آخر ساجدہ نے صاف صاف کیوں نہیں بتایا کہ چھٹے سال اُس کے شوہر پر جب یہ دورہ پڑا تھا تو اُسے گھر پہنچانے والا شاہد ہی تھا شاہد اُس کا سب سے بڑا سا بھی دار تھا اور دونوں آپس میں گھرے دوست بھی تھے لہذا اُسی صورت میں وہ ساجدہ کے لئے غیر معروف نہیں ہو سکتا۔ کیا وہ حق یہ بھول گئی تھی کہ اُس کے شوہر کو گھر تک کس نے پہنچایا تھا؟ یا پھر اُس نے قصد آشہد کا نام نہیں لیا اور اگر ایسا ہی ہے تو اس کی وجہ؟

موڑ سائکل ایک ناٹ کلب کے سامنے رک گئی انور خود بھی کبھی اس کلب کا ممبر رہ چکا تھا۔ باہر کھڑے ہوئے چپڑا اسی نے اسے سلام کیا اور وہ سر کو ایک خفیہ سی جبکش دیتا ہوا کلب کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ سامنے ہی شیخر کا کمرہ تھا۔ انور سید حادیہں چلا گیا۔ ایک بڑی سی میز پر کہداں لیکے ایک ادھیز عمر کا آدمی اوٹھ رہا تھا۔ قد میوں کی آہٹ سن کر وہ چونکا۔

”فرمائیے....!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”اوہ... انور صاحب... دیکھنے میں نہ کہتا تھا کہ آپ اس کلب کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ صح کا گیا اگر شام کو آجائے تو اُسے بھولانہ کہنا چاہئے وہ کیا کہا ہے مرزا غالب نے۔“

”مرزا غالب نے یہ کہا ہے کہ شراب کی ناجائز تجارت کرنے سے محوب کے والدین ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔“ انور ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”ہو ہو ہو.... مسٹر انور.... میں آپ کی آواز سننے کے لئے ترس گیا تھا۔ بقول شاعر۔

تو نہیں سامنے اگر اے جاں

اپنی آواز ہی سنائے جا

”میری آواز رسلی ہے نا....؟“ انور نے آگے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں مسٹر انور.... دیکھئے بھلا سا شعر ہے۔“

”شش.... ارشاد علی یہاں کب سے نہیں آیا؟“

”مسٹر انور....!“ فیجر بے رخی سے بولا۔ ”میں کسی مجرم کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔“

”جھپٹلی بار اس کے ساتھ کون عورت تھی؟“ انور نے فیجر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”عورت؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر انور۔ یہ صرف مردوں کا کلب ہے۔ یہاں کبھی عورت نہیں آئی۔“

”خیر خیر.... یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ انور نے کہا۔ ”اور اسی وقت اس عمارت سے نصف درجن عورتیں برآمد کر سکتا ہوں جن سے تم باقاعدہ پیشہ کرتے ہو۔“

”مسٹر انور آپ ایک شریف آدمی کی توہین کر رہے ہیں۔“ فیجر حیر کر بولا۔

”خیر میں اس کی صداقت کے لئے سرکاری جاسوس مسٹر آصف کو فون پر بلائے لیتا ہوں۔“

انور نے انٹھ کر فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”تو اس میں نہ ارض ہونے کی کیا بات ہے؟“ فیجر نے فون پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے

کہا۔ ”بیٹھئے آپ کے لئے چائے منگواؤں یا کافی؟ آپ کے غصے پر تو بقول شاعر۔“

”جہنم میں گیاشاعر میں جو کچھ پوچھتا ہوں اُس کا نحیک خاک جواب دو۔“

”تو پوچھئے تا۔“

”ارشاد کے ساتھ کون عورت تھی؟“

”کوئی نہیں۔ آپ یقین بیجھ کر وہ کبھی اپنی بیوی کو یہاں نہیں لائے۔“ فیجر نے کہا۔

”یہاں کے پتے پر اس کے خطوط بھی آتے ہیں؟“ انور نے پوچھا۔

”اس کی اطلاع کلرک کو ہوگی۔“ فیجر نے کہا۔

”اُسے بلاؤ۔“

خبر نے گئی بجا کی پھر اسی اندر آیا اور خبر نے اسے کلک کو بلانے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک دبلا پٹا نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

”سیٹھ ارشاد علی کے نام یہاں خطوط آتے ہیں۔“ اور نے اس سے پوچھا۔  
کلک خبر کی طرف دیکھنے لگا۔

”اوہ مسٹر انور....!“ خبر بولا۔ ”ممبروں کی ہر بات صیغہ راز میں رکھی جاتی ہے۔“  
”میں جو کچھ پوچھتا ہوں اس کا صحیح صحیح جواب دو۔“ انور نے کلک سے کہا۔ ”ورثہ اپنے خبر  
کے ساتھ ہی تم بھی مصیبت میں پڑو گے۔“

کلک نے پھر خبر کی طرف استفہامی انداز میں دیکھا۔

”ہتاو بھی ہتاو۔“ خبر نے سمجھ آکر کہا۔ ”آج تو بقول شاعر.... یہ ہے....!“

”جی ہاں اکثر ان کے خطوط یہاں آتے ہیں۔“ کلک پچکا تاہو ابولا۔

”کون بھیجا ہے؟“

”پہ نہیں۔ عموماً لفافے ہوتے ہیں لیکن یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ دولت سنج کے ڈاک خانے میں  
پوست کے جاتے ہیں۔“

”کیوں؟ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ دولت سنج سے پوست کے جاتے ہیں۔“ انور نے  
کلک کو گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”میں ان کے ہر لفافے کی مہر دیکھتا ہتا ہوں۔“

”تو تم ہر ایک کی ٹوہ میں لگے رہتے ہو؟“ انور نے کہا۔ ” غالباً ہر ممبر کی ڈاک کے متعلق  
تمہیں اس قسم کی معلومات رہتی ہوں گی؟“

”جی نہیں۔“ کلک گھبرا کر بولا۔ ”میں صرف ارشاد صاحب کے نام آنے والے لفافوں  
کے بارے میں جانتا ہوں۔“

”کیوں؟ خصوصیت سے انہیں کے بارے میں کیوں؟“

”وہ ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں رنگین اور خوشبودار اور طرز تحریر....!“

”کسی عورت کا ہوتا ہے“ انور نے جملہ پورا کر دیا۔ ”ای لئے تم ان لفافوں کی طرف زیادہ  
دھیان دیتے ہو؟“

"جی ہاں....!" کلرک جلدی سے بولا۔ پھر فیجر کو اپنی طرف گھورتے ہوئے دیکھ کر پڑا گیا اور کہا "جی نہیں۔"

"تم اپنا منہ ادھر پھیر لو۔" انور نے فیجر سے کہا۔ ورنہ مجبور آجھے...." انور فون کی طرف دیکھ کر چھپ ہو گیا۔

"لا حول ولا قوہ۔" فیجر اٹھتا ہوا جلا کر بولا۔ "بقول شخصے...." وہ زمین پر زور زور سے پھر مارتا کرے سے چلا گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" انور نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ کلرک خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ بار بار اپنے خلک ہوتنوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"وہ یہاں سے کبھی کسی کو خطوط لکھتا بھی ہے۔" انور نے پوچھا۔

"مجھے اس کا علم نہیں۔" کلرک نے کہا "لیکن اکثر اس نے دولت گنجی کے پتے پر یہاں سے کچھ پارسل ضرور روانہ کئے ہیں۔"

"کسی عورت کے نام....!" انور نے پوچھا۔

"نہیں مرد کے نام۔ سعید منزل۔ دولت گنج میں کوئی صاحب رضوان صدیقی ہیں۔" کلرک نے کہا۔

"سعید منزل تو بہت بڑی عمارت ہے۔ قیست کا نمبر یاد نہیں۔" انور نے کہا۔

"جی نہیں۔"

"اچھا...." انور اٹھتا ہوا بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی موڑ سائیکل دولت گنج والی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میں مت بعده سعید منزل کا ایک ایک قیست جھانکتا پھر رہا تھا۔ انور نے ایک بند دروازہ کو انگلی سے آہستہ آہستہ کھٹکایا۔ ایک آدمی دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ شاید وہ کرے کی صفائی کر رہا تھا۔

"رضوان صاحب ہیں؟" انور نے پوچھا۔

"باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کب واپس آئیں گے۔"

"میں نہیں جانتا۔ بیگم صاحب سے پوچھتے۔"

”کہاں ہیں یتھم صاحب....؟“

”اوپری منزل میں۔“ اس نے ایک زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
انور کچھ کہے بغیر زینوں پر چڑھتا چلا گیا۔ یہاں بھی دروازہ اندر سے بند تھا۔ انور نے دروازے پر دستک دی۔

”اوہ..... نہہر و..... بھتی..... ایک منٹ۔“ اندر سے ایک سریلی اور نسوائی آواز آئی۔  
انور محتی خیز انداز میں مند بنا کر اپنے دیدے پھر انے لگا۔

چند لمحوں کے بعد دروازہ ایک حصکے کے ساتھ کھلا۔ ایک خوبصورت لڑکی نہ کی شم عربیان لباس میں سامنے کھڑی تھی اور پھر اچانک جیخ مار کر وہ اندر بھاگ گئی۔ انور بدستور کھلے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑا رہا۔ اس نے اس جوان لڑکی کے چہرے میں بچپن اور سبیدگی کی عجیب سی آمیزش دیکھی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ دوسرا قدم کس طرح اٹھائے۔ وہ لڑکی پھر دکھائی دی۔ اس پار وہ ایک لبے سے لبادے میں ملبوس تھی۔ نہرے گھوٹکریا لے بال کا نہ ہوں پر لہرار ہے تھے۔ اس وقت اس کا چہرہ غصے اور ندامت کی آمام جگاہ بنانا ہوا تھا۔

”کیا ہے؟“ وہ دروازے میں آگر بولی۔

”محترمہ..... مجھے افسوس ہے لیکن شاید آپ کسی اور کا انتظار کر رہی تھیں۔“ انور نے آہت سے کہا۔

”ہاں ہاں ہو سکتا ہے۔ آپ اپنا کام بتائیے؟“

”مجھے رضوان صاحب سے ملتا ہے۔“

”وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔“

”سب آئیں گے؟“

”ایک ہفتے کے بعد۔“ لڑکی نے کہا۔

”اوہ تو شاید اسی لئے آپ اس وقت ارشاد کا انتظار کر رہی تھیں؟“ انور نے مسکرا کر اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

لڑکی سہم کر ایک قدم جیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر زردی چھا گئی۔

”آپ..... آپ“ وہ اپنے نشکل ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں ارشاد کا چھوٹا بھائی ہوں۔" انور نے کہا۔

"اندر آجائیے۔ اندر آجائیے۔" وہ بے تابانہ انداز میں بولی۔ انور کمرے میں چلا گیا۔ لڑکی نے دروازہ بند کر دیا۔

"بینجے جائیے۔" اس نے جلدی سے کہا لیکن پھر چپ ہو گئی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے اب کیا کہنا چاہئے۔ انور اُسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ دھنادہ رک رک کر بولی۔ "دیکھئے میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ اپنے باپ سے کچھ نہ کہئے گا۔ میں ارشاد کو بے حد چاہتی ہوں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" وہ خاموش ہو گئی۔ اُس کی نگاہیں ملتحمانہ انداز میں انور کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے اُس کی آنکھیں حرمت سے پھیل گئیں اور وہ تیز آواز میں بولی۔ "مگر ارشاد تو کہتا تھا اُس کا کوئی بھائی نہیں۔"

"تو اُس کا باپ ہی کہاں ہے۔" انور مسکرا کر بولا۔

"باپ نہیں ہے؟" وہ تقریباً اچھل کر بولی۔

"تو تم رضوان کی بیوی نہیں ہو؟" انور نے بے ساختہ کہا۔

"نہیں.... لیکن کیوں....؟ ہاں...." وہ رک رک کر بولی اور حرمت سے انور کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں۔ ارشاد تم سے کبھی شادی نہیں کرے گا۔" انور نے کہا۔

"تم جھوٹے ہو۔ وہ مجھ سے ضرور شادی کرے گا۔ صرف اُن ہیروں کا انتظار ہے جنہیں وہ ترشوائے کے لئے یہ سڑوم بیچ چکا ہے۔"

"اچھا....!" انور شرات آمیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "بھلا اُس کے پاس بغیر ترشوائے ہوئے ہیرے آئے کہاں سے؟"

"تب تم ضرور اُس کے بھائی ہو۔" لڑکی قہقہہ لگا کر بولی۔ "جب اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ دکن کی ایک....!"

"اوہ.... اچھا....!" انور کی آنکھیں حرمت سی پھیل گئیں کیونکہ یہ اُس کے لئے ایک بالکل نئی اطلاع تھی۔

"ہی ہی ہی۔" وہ انور کے سامنے انگلی نچا کر بھستی ہوئی بولی۔ "تم ضرور ارشاد کے کوئی بے

تکلف دوست ہو خیر میں تمہیں چائے پلاۓ بغیر نہ جانے دوں گی۔ لیکن میرے متعلق کسی سے  
پکجھنا کہنا۔"

"ارشاد یہاں کب سے نہیں آیا....؟" انور نے سخیدگی سے پوچھا۔

"نہیں بتاتی۔ پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟" وہ بچگانے انداز میں صند کامظاہرہ کرتی ہوئی بولی۔

"ارشاد کا ایک بے تکلف دوست ....!"

"دیکھوتا... کیسا پیچھا تا...!" وہ قوتھہ لگا کر بولی پھر دھڑا سخیدہ ہو کر سوچنے لگی۔

"ارشاد کل آیا تھا....؟" انور نے پوچھا۔

"نہیں وہ چار دن سے نہیں آیا۔ میں آج مجھ سے اُس کا انتظار کر رہی ہوں۔ اُس نے کل آنے کا وعدہ کیا تھا بہت مشغول رہتا ہے۔ اُف میں اُسے کتنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک....!" انور مسکرا کر بولا۔ "لیکن تم ہو کون۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"زبیدہ.... میں ایک لڑکی ہوں۔"

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

لڑکی اُوس ہو گئی۔

"میرے ماں باپ بچپن ہی میں مر گئے تھے۔ رضوان اور ارشاد مجھے میرے ظالم بچا کے پنج سے رہائی دلو اکر یہاں لاۓ ہیں۔"

"تو اس کا یہ مطلب کہ وہ تمہیں بھگالائے ہیں۔" انور نے کہا۔

"میں اپنی خوشی سے آتی ہوں۔" وہ ترش روئی سے بولی۔

"تمہارا بچا کہاں رہتا ہے اور اُس کا کیا نام ہے؟"

"میں یہ ہرگز نہ بتاؤں گی۔"

"تمہاری سرضی۔" انور انتہا ہوا بولا۔ "تم ایک زبردست دھوکے میں ہو۔"

"جاو جاؤ تم مجھے بہکانے آئے ہو۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"بے وقوف لڑکی! ارشاد شادی شدہ ہے آج سے پانچ سال قبل اُس کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ تم سے ہرگز شادی نہ کرے گا۔ اُس نے شاید تمہیں یہ بھلا وہ دے رکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے خوف سے تم سے شادی نہیں کر رہا ہے۔ اُس کا باپ نہ جانے کب کا مرچکا ہے۔ اُس نے تمہیں

یہاں رضوان کی بیوی کی حیثیت سے رکھ چھوڑا ہے تاکہ پڑوسیوں کو کوئی اعتراض نہ ہو اور وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھوک کر عیاشی کرتا رہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔“

”تم شیطان ہو۔ مجھے ورنگانے آئے ہو۔“ لڑکی چیخ کر بولی۔

انور کوئی جواب دیئے بغیر جانے کے لئے مڑ۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ لڑکی نے پوچھا۔

”شیطان۔“ انور نے کہا اور باہر نکل گیا۔

واپسی میں اُسے رہ رہ کر ساجدہ پر تاؤ آرہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس طرح ساجدہ اپنے شوہر کے چال چلن کی تصدیق کر رہی ہے۔ ذیل کہیں کی۔ کاش رشیدہ نے وہ روپے ابھی خرچ نہ کیے ہوں۔ وہ انہیں ساجدہ کے منہ پر مار دے گا اور اُسے اپنی اس تفتیش کے متعلق کچھ نہ بتائے گا۔

## قتل اور خودکشی

دونگ رہے تھے۔ انور نے رشیدہ کو آفس سے ساتھ لیا اور ایک ریستوران میں چلا گیا۔

”ہم زیادہ شامدار لمحے نہ کھائیں گے۔“ رشیدہ نے کہا۔

”میں بھی بھی کہنے والا تھا۔“ انور بولا۔ ”اس ریستوران میں اسی لئے آیا ہوں کہ یہاں اُدھار مل جاتا ہے۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“ رشیدہ نے کہا۔ ”میں نے کچھ ایڈوافس لے لیا ہے۔ تمہیں ساجدہ کے روپے واپس کرنے پڑیں گے۔“

”میں نے بھی بھی ملے کر لیا ہے۔“ انور نے کہا۔

”اُرے یہ کیا۔ آج شاید تم نے پہلی بار میرا کہلاتا ہے۔“ رشیدہ نے حیرت سے کہا۔

”ساجدہ نے مجھے احمد بنانے کی کوشش کی تھی۔“ انور بولا۔ ”اُسے شاید اپنے شوہر کے چال

چلن پر شہید ہو گیا تھا۔ اس کی تصدیق کے لئے اُس نے یہ طریقہ نکالا۔“

اس کے بعد انور نے پوری داستان دہرا دی۔

”میں پہلے ہی سے مخلوق تھی۔“

"شہبہ تو مجھے بھی ہوا تھا۔" انور نے کہا۔ "لیکن میں ساجدہ کو اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہ بتاؤں گا۔ آج کی دوڑ دھوپ مجھے کچھ مہیجی نہیں پڑی۔ اب میں ارشاد سے کافی رقم اینٹھے سکون گا۔ اُس نے غریبوں کا گلاکاٹ کر جو دولت اکٹھا کی ہے اُس میں اس غریب کا بھی کچھ حصہ ہوتا چاہئے اور ہاں بھی ٹیلی فون کا لا تنس بھی تجدید کرانا ہے اور وہ دوسروں پے کے تمہارے لئے ایک اچھا سا سوت اور بھی بہت کچھ۔"

"تو تم اُسے بیک میں کرو گے؟"  
"قطعی...!"

"اور وہ بے چاری لڑکی...؟

"جب میں ارشاد سے مطلوبہ رقم وصول کر لوں گا تو رضوان کو اُس سے شادی کرنی پڑے گی۔"  
"بھلا دہ کیوں کرنے لگا۔"

"نہیں کرے گا تو پھر اُس کے ہاتھوں میں ہھھڑیاں ہوں گی۔" انور نے کہا اور یہرے کو بلا کر نیچ کا آرڈر دیا۔

ریشدہ کچھ کہنے والی جا رہی تھی کہ ایک سمر اور وجہہ آدمی ریستوران میں داخل ہوا  
"اوہ تم یہاں ہو۔ میں تمہارے آفس گیا تھا۔" اُس نے انور سے کہا۔  
"لیکن انپکڑ آصف میں تمہیں لیٹھ کے لئے مدعاونہ کروں گا کیوں نکل فذ کم ہے۔" انور نے کہا۔  
"جہنم میں گیا لیٹھ...، انپکڑ آصف جھنجلا کر بولا۔" تم نے پھر ہاتھ جو نکالنے شروع کر دیئے ہیں۔"

"تم بوڑھے ہونے کو آئے مگر بات کرنے کا طریقہ نہ آیا۔" انور نے لاپرواں سے کہا۔ "خیر  
بیخوں میں تمہیں ایک کپ چائے پلا سکتا ہوں۔"

"ہائی سر کل ناٹ کلب کے نیجر نے تمہاری شکایت کی ہے۔ تم وہاں کیا کرنے گے تھے؟"  
آصف نے پوچھا۔

"اٹھے پلاائی کرنے۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔ "نیجر بھی عجیب حق ہے اگر وہ چار  
اٹھے گندے نکل گئے تو بھلا ملکہ سراغ رسانی والوں سے شکایت کرنے کی کیا ضرورت تھی، خیر  
میں اُسے سمجھوں گا۔ معلوم ہوتا ہے اُس نے مرغیاں وہاں سے ہٹادی ہیں۔ ورنہ وہ تمہیں کبھی

تکلیف نہ دیتا۔"

"دیکھو یہ میری آخری وارنگ ہے۔" آصف نے ترش روائی سے کہا۔

"دوسری آخری وارنگ کب دے رہے ہو؟" انور نے سنجیدگی سے پوچھا اور رشیدہ کو بے اختیار بٹی آگئی۔

آصف جھلا گیا۔ وہ تیز نظروں سے انور کو گھور رہا تھا اور انور رشیدہ کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا جو دوسری طرف منپھر کر بٹی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جانے ہو کسی کو دھمکی دینے پر کون ہی فرد جرم عائد ہوتی ہے؟" آصف نے کہا۔

"ہاں اگر دھمکی کسی جوان لڑکی کو دی جاتی ہے تو اُس کے والدین اُس کی شادی کا بندوبست کر دیتے ہیں فرض کرو لڑکی قطب شمالی میں ہے اور لڑکا قطب جنوبی میں اور تم خط استوا پر کھڑے ہو کر دونوں کو دھمکی دو تو حکومت تمہارا بندوبست کر کے تمہیں آگرہ یا بریلی پہنچوادے گی۔"

"خیر دیکھوں گا۔" آصف فتحے میں جانے کے لئے مژد۔

"دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں، علیکم السلام۔" انور نے کہا اور میز پر گلے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"واقعی تم سے نبڑی طرح جل گیا ہے۔" رشیدہ آصف کے چلے جانے کے بعد بولی۔ "اگر موقع مل گیا تو پھانسے سے باز نہ آئے گا۔"

"اس کے لئے کم از کم اسے ایک درجن اندر وہ ناک حادثات کی اطلاعیں سنی پڑیں گی۔" انور نے کہا اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد وہ پھر آفس چلے گئے۔ انور وہاں کل کے شمارے کے لئے جاسوسی ناول کی قحط لکھتا رہا۔ تقریباً پانچ بجے وہ واپس گھر آگئے۔ انور نے پھر کتابیں اللہ پر بنی شروع کر دیں۔

"میں کہتی ہوں تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا ہر وقت کتابیں۔" رشیدہ جھلا کر بولی۔

"تو وہ خراب کب نہیں ہے۔" انور نے کہا۔ "مگر تم نہ جانے اس وقت اتنی حسین کیوں لگ رہی ہو۔"

"سگریٹ ختم ہو گئے ہوں گے؟" رشیدہ منہ چڑھا کر بولی۔ "میں تمہیں اُسی وقت حسین لگتی

ہوا جب تمہاری جیب میں پیسے نہیں ہوتے۔ ”

”لیا کہا۔ میری جیب میں پیسے نہیں؟“ انور چوک کر بولا۔ ”میں نے ساجدہ کو روپے واپس کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔“

”وہ تو تمہیں واپس ہی کرنے ہوں گے۔“ رشیدہ تیز لپجھے میں بولی۔

”پھر تم نے مجھ پر حکومت جاتی شروع کر دی۔“ انور اٹھتا ہوا بولا اور رشیدہ کا کان پکڑ کر اُسے کرے میں سے باہر نکال دیا۔

”میں اب تمہارے کرے میں تھوکنے بھی نہ آؤں گی۔“ رشیدہ منہ بنا کر بولی۔

”اچھی بات ہے مت آنا۔ کرے میں تھوکنے سے گندگی پھیلتی ہے۔“ انور نے سنجیدگی سے کہا اور کرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ آرام کر سی میں دھنس کر ایک کتاب میں ڈوب گیا۔

ٹلی فون کی گھنٹی بجی، انور نے پیٹھے ہی پیٹھے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

”ہیلو..... کون ساجدہ..... میں تمہیں فون کرنے والا تھا.... کیا؟“ انور یک بیک سیدھا ہو کر پیٹھے گیا۔ ”خود کشی..... کس نے..... ارشاد نے..... کہاں..... اسے..... اچھا..... اچھا میں تیار ہوں..... بہت اچھا..... میں انتظار کر رہا ہوں۔“ انور نے ریسیور رکھ دیا اور اٹھ کر کرے میں ٹلنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ تیزی سے رشیدہ کے قیث میں واپس ہوا۔

”کیوں؟ کیا بات؟“ رشیدہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

”تمہارے کرے میں تھوکنے آیا ہوں۔“ انور نے کہتے ہوئے فرش پر تھوک دیا۔

”ابھی ابھی میں نے کرے کی صفائی کی تھی۔“ رشیدہ بگزر کر بولی۔

”کوئی بات نہیں۔“ انور جلدی سے بولا۔ ”سنوایک کام تمہیں فور آکرتا ہے۔“

”دوڑ کر تمہارے لئے سگریٹ لیتی آؤں.... سیکھتا ہوں.... میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔“

”سن تو سکی۔“ انور نے کہا۔ ”تمہیں اس لڑکی زبیدہ کو سعید منزل سے ہٹانا ہے۔“

”لیا مطلب....؟“

”ابھی ابھی ساجدہ نے فون پر مجھے مطلع کیا ہے کہ ارشاد نے تار جام کے علاقے میں خود کشی کر لی ہے۔ وہاں کے کوتوالی اسچارج نے تار کے ذریعے مطلع کیا ہے اور لاش کی شناخت کے لئے

اے بلایا ہے۔ ساجدہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہے۔ وہ آہی رہی ہو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی جا کر زبیدہ کو سعید منزل سے ہٹاؤ۔“

”ہنا کر کہاں لے جاؤں گی؟“

”آف فوہا تنی ذہین ہو کر تم مجھ سے یہ سوال کر رہی ہو۔ کسی گم نام سے ہوئی میں خبر ادا ہنا اور تاکید کرو یا کہ تمہاری اجازت کے بغیر ہوئی سے باہر نہ نکلے۔“

”لیکن تم اُسے دہاں سے ہٹائیوں رہے ہو؟“ رشیدہ نے پوچھا۔

”پھر بتاؤں گا۔ جلدی کرو۔ سعید منزل دوسری منزل، بیکم رضوان۔ اُسے سمجھا دینا کہ وہ خطرے میں ہے۔ ارشاد کی خود کشی کے متعلق بتا دینا اور کہہ دینا کہ اُس کا دہاں سے بہت جاتا ہی بہتر ہے۔ ورنہ خواہ پوچھیں اُسے پریشان کرے گی۔ اچھا ب جاؤ۔ موڑ سائکل لے لو۔“

”اور تم ساجدہ کے ساتھ تار جام جاؤ گے؟“

”ہاں بھی!“ انور نے کہا۔ ”اب کیسی ذرا دلچسپ ہو گیا ہے۔ اسلئے نالنے کو دل نہیں چاہتا۔“

”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔“

”نہیں جو میں کہہ رہا ہوں تم وہی کرو گی۔“ انور تیز لمحے میں بولا۔

رشیدہ بڑھاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ انور اپنے قلیٹ میں لوٹ آیا۔ تھوڑی دیر بعد سڑک پر ہارن کی آواز سنائی دی۔ انور نے کھڑکی سے جھاہک کر دیکھا نیچے ساجدہ اپنی کار کی کھڑکی سے سر نکالے اور پر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انور نے اور کوٹ اخھا کر کا نہ ہے پر ڈالا لفت بہیث سر پر رکھی اور نالی کی گردھ میک کے بغیر نیچے اتر گیا۔

”آگے ہی آجائو۔“ ساجدہ نے مضھل آواز میں کہا۔ ”میری حالت اسکی نہیں کہ خود کار ڈرائیور کر سکوں۔“

انور خاموشی سے بینچ گیا۔ اُس نے ایک اچھی ہوئی نظر ساجدہ کے پیچے پر ڈال کر کار اسٹارٹ کر دی۔ ساجدہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور پلکیں سونج آئی تھیں لیکن اُس کے ماتھے کی پر ہمکنٹ سلوٹیں اس حال میں بھی قائم تھیں۔

تار جام شہر سے ساتھ میل دوری پر ایک صنعتی علاقہ تھا۔ یہاں لوہے اور کانچ کے کمپ کارخانے تھے۔ کوئلہ کی دو ایک چھوٹی مولیٰ کامیں بھی تھیں۔ انور نے تقریباً اس بارہ میل کا

فائل خاموشی سے طے کیا۔ ساجدہ بھی کچھ نہ بولی۔ وغتائی انور بولا۔

”تار جام میں ارشاد کی موجودگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

”بھی چیز میری سمجھ میں نہیں آرئی۔“ ساجدہ بھرا تی ہوئی آواز میں بولی۔

”تار جام سے ان کا کوئی تجارتی تعلق بھی نہیں تھا۔“

”رضوان صدیقی کو جانتی ہو؟“ انور نے پوچھا۔

”ہاں... کیوں؟“ ساجدہ چونک کر بولی۔

”یوں کیا پوچھ رہا ہوں۔“

”وہ ارشاد کا بھرپور دوست ہے۔“

”اس کے بیوی پنچ کہاں ہیں؟“

”ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔“

”کہاں رہتا ہے؟“

”دولت گنج میں...!“

”تم بھی اس کے بیہاں گئی ہو؟“

”نہیں بھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ اکثر ہمارے گھر آتا رہتا ہے۔“

”لیا وہ بھی ارشاد کا سا جبھی دار تھا؟“

”نہیں... اس کا کاروبار الگ ہے۔“

”میں ایک بار پھر اپنا سوال دھراؤں گا۔“ انور نے کہا۔ ”اس دوران میں ارشاد کی مالی حالت کیسی تھی؟“

ساجدہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ایک بار انور کی طرف دیکھ کر سر جھکایا۔ ماتحت کی سلوٹیں چہرے پر پھیلتی ہوئی غم آلود زماہث کی لہروں میں بہہ گئیں۔

”اب چھانے سے کیا فائدہ۔“ وہ آہستہ سے بولی۔ ”ارشاد قریب قریب دیوالیہ ہو چکا تھا۔“

”اور اسی لئے وہ اپنی یادداشت بھی کھو بیٹھا تھا۔“ انور طنزیہ انداز میں بولا۔

”انور...!“ ساجدہ نے پہ احتجاج لجھے میں کہا اور کمزوری کے باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں

نظریں گاڑ دیں۔

”اس خود کشی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“ انور نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”خیال...!“ ساجدہ بھرائی ہوئی آواز میں بوی۔ ”اس کے علاوہ اب اور کوئی خیال میرے

ذہن میں نہیں کہ ارشاد مجھ سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا۔“

”خبر یہ خیال تمہارے لئے کوئی نیا نہیں۔“ انور ہونٹ بھینچ کر بولا۔

”انور تم ظالم ہو۔“ ساجدہ بے ساختہ چینی۔

انور نے کوئی جواب نہ دیا اور اس کے چہرے پر کسی قسم کی کوئی تبدلی بھی نہ پیدا ہوئی۔

”میا کسی ہیرے کی کان میں بھی اس کا کوئی حصہ تھا؟“ تھوڑی دیر بعد انور نے پوچھا۔

”ہیرے کی کان؟“ ساجدہ چوک کر بولی۔ ”نہیں تو۔ مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں۔“

”تمہیں پورا یقین ہے کہ اس کا تعلق کسی دوسری عورت سے نہیں تھا؟“

”آخر ان سب فضول باتوں سے کیا فائدہ؟“ ساجدہ جھٹا کر بولی۔ ”ایک مرے ہوئے آدمی

پر کچڑا چھال کر تمہیں کیا مل جائے گا؟“

”میں سمجھ دی گئی سے گفتگو کر رہا ہوں۔“

”نہیں ارشاد ایسا آدمی نہیں تھا۔“

انور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا مگر پھر رک گیا۔ ساجدہ نے گھڑی دیکھی آٹھ بج رہے تھے۔ دور

اندر ہیرے میں تار جام کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ انور نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔

اور پھر ان کی کار تار جام کی کوتولی کے سامنے رک گئی۔ انور اور ساجدہ اُتر کر اندر آگئے۔

کوتولی انچارج موجود نہیں تھا۔ ایک سب انپکٹر نے انہیں بتایا کہ کوتولی انچارج ابھی تک جائے

واردات سے واپس نہیں آیا۔ لاش ویں ہے۔

”میں آپ لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔“ سب انپکٹر انھستا ہوا بولا۔ ”مجھے پہايت کر دی گئی تھی

جب بھی آپ لوگ پہنچیں آپ کو جائے واردات پر پہنچا دیا جائے۔“

”لکنی دور چلنا ہو گا۔“ انور نے پوچھا۔

”تقریباً چار میل، دیپ مگر میں، یہ حادثہ ویں ہیرے کی کان میں ہوا ہے۔“ سب انپکٹر بولا۔

”ہیرے کی کان میں؟“ انور چوک کر بولا۔ ”لیکن اس طرف تو کوئی بھی بیوی کی کان

نہیں تھی۔“

”چھ ماہ قبل یہاں کھدائی کا کام شروع ہوا ہے۔“ سب اسکر نے کہا۔ ”ارشاد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے شیکھ لیا تھا۔“

انور نے ساجدہ کی طرف گھور کر دیکھا۔ خود ساجدہ بھی حرمت زدہ نظر آری تھی لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔

تحوڑی دیر بعد وہ لوگ کار میں بینٹھ کر دیپ ٹکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ انور کا ذہن ہیرے کی کان میں الجھا ہوا تھا۔ ارشاد نے زبیدہ سے تو ہیرے کی کان کا تذکرہ کیا تھا لیکن ساجدہ کو اس کے متعلق کیوں نہیں بتایا۔ دوسری چیز اس سے بھی زیادہ الجھن پیدا کرنے والی تھی۔ وہ یہ کہ کسی ایسے علاقے میں اچانک ہیرے کی کان کی دریافت جس کے متعلق کبھی اُس کا خیال بھی نہ پیدا ہو سکے۔ اب تک تاریکی میں کیوں پڑی رہی۔ اس کی تو خاصی شہرت ہونی چاہئے تھی۔

راتستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہ دیپ ٹکر تقریباً آدمی گھنٹے میں پہنچے۔ یہاں دو چار چھوٹے چھوٹے بیٹھلے بنے ہوئے تھے جو تقریباً تاریک تھے۔ صرف ایک بیٹھلے کی کھڑکیوں میں روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ سب اسکر نے اسی بیٹھلے کی طرف اشارہ کیا۔

”اوہ غالباً آپ بیکم ارشاد ہیں۔“ کوتوالی اچھارچ انہیں آتاد کیجئے کروالا۔

”مجی ہاں.....!“ ساجدہ غم آلود انداز میں بولی۔

”واقعی یہ ایک افسوس تاک حادثہ ہے۔“ کوتوالی اچھارچ نے کہا۔ ”چار بجے مجھے اطلاع ملی کہ ارشاد صاحب نے خود کشی کر لی ہے۔“ وہ پھر انور کی طرف مزکر کروالا۔

”آپ کی تعریف.....؟“

”انور سعید، روزنامہ اشار کا گرامر پورٹر.....!“ انور نے کہا۔

”اوہ.....!“

”میں انہیں اپنے ساتھ لائی ہوں۔“ ساجدہ نے کہا۔

”دھارا سکھ کا بیان ہے کہ ارشاد صاحب تمن بجے اپنے ہاتھ میں ایک دو تالی بندوق لئے بیٹھلے کے سامنے بیٹھے تھے۔ دھارا سکھ سمجھا کہ وہ شاید شکار کھیلنے جا رہے ہیں۔ پھر سارے تمن بجے اس پنے دو فارزوں کی آوازیں سنیں اور بھاگ کر اس بیٹھلے میں آیا اور پھر بچھلے کر کے میں اُس نے ارشاد صاحب کی لاش دیکھی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر دو فارز کے تھے۔“

"بھلا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر فائز کے تھے؟" انور نے پوچھا۔  
"انور صاحب میں نے آپ کی تعریف سنی ہے۔" کوتوالی انجارج طنزیہ لجھے میں بولا۔ "چلے  
میں آپ کو سمجھاؤں۔"

وہ غصی کرے کی طرف مڑا۔۔۔ انور اور ساجدہ اُس کے ساتھ ہو گئے۔  
لاش ایک چادر سے ڈھکی ہوئی چارپائی پر پڑی تھی۔ کوتوالی انجارج نے منہ پر سے چادر  
سر کاری اور ساجدہ ایک ہولناک جنحے کے ساتھ انور کے بازوؤں میں آ رہی۔ چہرے پر چھرے لگنے  
کی وجہ سے گوشت کے پر خیچے اڑ گئے تھے۔ ساجدہ بے ہوش ہو گئی لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک قائم  
نہ رہی۔ اُس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں اور اس طرح پھٹ کر رہ گئیں جیسے اپنے حلقوں میں جم  
گئی ہوں۔ کوتوالی انجارج نے پوری لاش پر سے چادر ہٹا دی اور سوالیہ نگاہوں سے ساجدہ کی  
طرف دیکھنے لگا۔

"ارشاد تم نے یہ کیا کیا۔" ساجدہ پھوٹ پڑی۔ انور اسے سہارا دیتا ہوا کرے سے باہر لے آیا  
اور تھوڑی دیر بعد ساجدہ کو روتا چھوڑ کر لاش والے کرے میں لوٹ گیا۔  
"انور صاحب۔" کوتوالی انجارج بولا۔ "ارشاد نے کھڑے ہو کر اپنے اوپر فائز کے ہیں۔ یہ  
دیکھنے ان کا ایک جوتا اور موزہ اتر اپڑا ہے۔ انہوں نے بندوق کی لمبی میں انگوٹھا پھنسا کر اپنے اوپر  
فائز کئے۔"

"یہ تو بالکل صاف ہے۔" انور نے کہا۔ "لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ فائز کھڑے ہو کر کیے گئے؟"  
"اوہ..... اوھر آئیے۔ یہاں دیوار میں دیکھئے، کچھ چھرے یہاں دیوار میں گھس گئے ہیں۔  
اس چکر کی اوپرچاری فرش سے تقریباً چھ سات فٹ ہے اگر انہوں نے بیٹھ کر بندوق چلائی ہوتی تو  
تالی کا زاویہ اتنی اوپرچاری تک چھرے نہ پہنچ سکا۔"

"ٹھیک ہے۔" انور نے کہا اور جھک کر فرش پر کچھ دیکھنے لگا اور پھر ایک گہرا سانس لے کر  
سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ پر معنی انداز میں کوتوvalی انجارج کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"بہر حال خود کشی ثابت ہے۔" کوتوvalی انجارج خود اعتمادی کے لجھے میں بولا۔

"قطعنی ثابت ہے" انور نے مسکرا کر کہا۔ "ارشاد نے ایک بار لیٹ کر خود کشی کی اور ایک بار

کھڑے ہو کر۔"

”کیا مطلب...؟“

”یہاں آئیے.... کیا آپ نے فرش نہیں دیکھا۔ دیکھنے یہاں بھی کچھ چھرے گئے ہوئے ہیں اور بارود کے دھوکے کا بلکا سادھبہ بھی ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فائز ہونے کی حالت میں بندوق کے دیانے کا فاصلہ زمین سے صرف ایک یادو باشت رہا ہو گا۔“

”اوہ....!“ کو تو ای انجارج پٹھلیا۔

”لیکن یہ بتا دشوار ہے۔“ انور مخصوص طرزیہ لمحے میں بولا۔ ”کہ پہلے اس نے کھڑے ہو کر خود کشی کی یا یا لیٹ کر۔“

”تو پھر اسے کیا سمجھا جائے؟“ کو تو ای انجارج بڑ بڑایا۔

”قتل صریح قتل....!“ انور بولا۔ ”ممکن ہے وہ بھری ہوئی بندوق پر تھوڑی ٹیکے کھڑا کسی خیال میں مستفرق رہا ہو اور کسی نے بلبی دبادی اور اس کے گر جانے پر دوسرا فائز کر دیا ہو لیکن یہ کام کسی ایسے ہی شخص کا ہو سکتا ہے جسکے متعلق خود ارشاد بھی یہ شہید نہ کر سکتا رہا ہو کہ وہ کبھی اس پر قاتلانہ حملہ بھی کر سکتا ہے۔ یہ دھارا سنگھ کون ہے جس نے خود کشی کی اطلاع آپ تک پہنچائی؟“

”دھارا سنگھ ہیرے کی کان کا ایک سا جھی دار ہے۔“

”وہ ہے کہاں؟“

”اپنے بیٹگے میں.... اس حداثے کی وجہ سے اس کی حالت صحیح نہیں۔ بظاہر اچھے ہاتھ ہی کا ہے مگر ہے کمزور دل آدمی۔“

”ذراؤ سے بلوائیے؟“ انور نے کہا۔

## ایک مشتبہ آدمی

”یہ تو معاملہ ہی الٹ گیا۔“ کو تو ای انجارج نے کہا۔

”اگر بھرائیے نہیں میں قتل والی دریافت آپ ہی کے سر تھوپوں گا۔“ انور نے کہا۔

”یعنی....؟“

”اپنے اخبار میں آپ کے کارنا مے بڑھا چڑھا کر لکھوں گا۔“

”اے نہیں صاحب مجھے سچائی عزیز ہے۔“ کوتوالی اپنچارج خاکسارانہ انداز میں بولا۔  
”مگر ایسے نہیں .... جھوٹ نہیں بولوں گا۔“

کوتوالی اپنچارج باہر چلا گیا۔ انور ساجدہ کے پاس چلا آیا۔

”یہ خود کشی نہیں بلکہ کھلا ہوا قتل ہے۔“ انور نے کہا۔

ساجدہ اچھل پڑی۔ وہ پہنچی پہنچی آنکھوں سے انور کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انور نے اسے  
خنثرا لفاظ میں سب کچھ بتا دیا۔ ساجدہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا پیہہ ہر قسم کے تاثرات سے  
عاری نظر آ رہا تھا۔ سپاٹ اور بے جان .... ایسا معلوم ہو رہا تھا یہ سے وہ کچھ سوچ بھی نہیں رہتی ہے۔  
اُس کے ذہن میں ایک خلاء ہے۔ جس میں تاریکیوں کے علاوہ کچھ نہیں۔

تحوڑی دیر بعد کوتوالی اپنچارج واپس آگیا۔ اُس کے ساتھ ایک فربہ انداز اور عمر آدمی تھا۔  
اُس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی لیکن اس زردی کی تہہ کے نیچے سے بھی طبیعت کی سخت  
کیری پھوٹی پڑ رہی تھی۔

”فارکی دوسری آواز کتنے وقت کے بعد ہوئی تھی؟“ انور نے اُس سے پوچھا۔

دھارا سنگھ نے اپنے نیک ہونٹوں پر زبان پھیسری اور تحوک نگل کر رہا گیا۔

”میں آپ تھی سے پوچھ رہا ہوں۔“ انور نے دوبارہ کہا۔

”مجی اس کا تو مجھے دھیان نہیں۔“ دھارا سنگھ بولا۔

”دوسرے فارک کے بعد آپ اس بیٹگی میں کتنی دیر میں پہنچے تھے؟“

”فوراً۔“

”مگر آپ فارک کی آواز کا انتظار کر رہے تھے؟“

”مجی ....!“ دھارا سنگھ چوک پڑا۔

”مجی ہاں ....!“ انور محض خیز انداز میں بولا۔

”مجی نہیں ....!“ دھارا سنگھ نے جلدی سے کہا۔

”میں نہیں؟“

”میں فارک کی آواز سن کر مگر اگیا تھا۔“ دھارا سنگھ نے کہا۔

”خیز خیر .... تم بتا سکتے ہو کہ ارشاد کی خود کشی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“ انور نے اُس سے پوچھا۔

”مجی وہ جب آئے تھے پریشان تھے۔ مجھ سے بیس ہزار روپیہ مانگا۔ بھلامیرے پاس اب اتنی رقم کہاں سے آتی جو کچھ تھا اس کا ان پر لگا چکا تھا۔“

”وہ یہاں کب آیا تھا؟“

”آج ہی دو بجے۔“

”اس کے ساتھ اور کون تھا؟“

”مجی کوئی نہیں۔“

”وہ یہاں کیوں آیا تھا...؟“ انور نے پوچھا۔

”کہہ تو رہا ہوں کہ مجھ سے روپے مانگنے۔“

”بندوق کس کی تھی؟“

”میری ہی۔“

”تو کیا اس نے کہا تھا کہ وہ شکار کیلئنا چاہتا ہے؟“

”مجی ہاں۔“

”اور آپ یہ جانتے ہیں کہ کسی کو اپنی بندوق دینا جرم ہے؟“

”ہی ہاں۔ مجھ سے یہ غلطی ضرور ہوئی۔“

”اس کے علاوہ بھی آپ نے ایک غلطی کی ہے۔“ انور بولا۔

”مجی....؟“ دھارا سنگھ پھر چوڑکا۔

”آپ نے اسے بھری ہوئی بندوق دے دی۔“

”بھری ہوئی۔ مجی نہیں۔ نہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔“

”شکار گاہ یہاں سے کتنی دور ہے؟“ انور نے پوچھا۔

”دو میل....؟“

”تو پھر نہیں سے بندوق بھر لینے کا مطلب نہیں سمجھ میں آتا۔“ انور نے کہا۔

”مطلوب... ارے صاحب انہیں خود کشی نہیں کرنی تھی۔ شکار گاہ جا کر کیا کرتے۔“ دھارا

سنگھ نے کہا۔

”مجی یہ خود کشی نہیں بلکہ قتل ہے۔“ انور نے کہا۔

"قتل.... قتل.... نہیں نہیں.... قتل کیوں۔" دھارا سنگھ ہکلانے لگا۔

"یہ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ قتل کیوں؟"

"مم میں.... کیا جانوں.... لگلیا.... جنوں....!"

"ہوں....!" انور ہونٹ بھیج کر کو تو ای انجارج کی طرف مڑا۔ "کیا خیال ہے دروغہ جی۔"

"معاملات کچھ الجھ کر رہ گئے ہیں۔" کو تو ای انجارج آتائے ہوئے الجھ میں بولا۔

"پھر کیا ارادہ ہے؟"

"دھارا سنگھ کو کو تو ای تک جاتا ہے گا۔" کو تو ای انجارج نے کہا۔

"کیوں....؟" دھارا سنگھ نے بے ساختہ پوچھا۔

"اس لئے کہ آپ نے اپنی بندوق ارشاد کو دی تھی اور اسی بندوق سے اس نے خود کشی کی۔" کو تو ای انجارج نے کہا۔

"مگر میں اس کی نیت سے وائف نہیں تھا۔" دھارا سنگھ نے کہا۔

"کسی کو بندوق دینا ہی غیر قانونی ہے۔" کو تو ای انجارج بولا۔

"تو کیا جنہے حوالات....؟"

"جی ہاں۔" کو تو ای انجارج نے کہا اور انور کی طرف دیکھ کر بولا۔ "آپ مزار شاد کو لے کر کہاں نہ سمجھیں گے؟"

"کہیں کسی ہوئی میں۔" انور نے کہا۔ "لیکن کیا ہم لوگوں کی موجودگی یہاں ضروری ہے؟"

"جی ہاں.... میں ارشاد کے متعلق معافیات بھیم پہنچانا چاہتا ہوں۔" کو تو ای انجارج نے کہا۔

"اور میں یہ معلوم کرتا چاہتا ہوں کہ اس ہیرے کی کان کے لور کتنے حصے دار ہیں؟" انور نے کہا۔

"ایک اور ہے۔" دھارا سنگھ نے کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" انور نے پوچھا۔

"تار جام میں۔"

"اب تک کتنا ہیر انکل چکا ہے؟" انور نے پوچھا۔

"صرف چند ذرے۔" دھارا سنگھ نے کہا۔

"کام کب سے ہو رہا ہے؟"

”چھ ماہ سے۔“

”تو اس کا یہ مطلب کہ ابھی تک کار و بار نقصان ہی پر چل رہا ہے؟“

”بھی ہاں۔“

”بہرے کی کان کا تھیک کس کی تحریک میں لیا گیا تھا؟“

”ارشاد صاحب سب سے بڑے حصے دار تھے۔ انہیں کی تحریک سے تھیک لیا گیا تھا۔“

”آپ انہیں کب سے جانتے تھے؟“

”آج سے چھ ماہ قبل سینھ اطہر نے مجھے ان سے ملا�ا تھا۔“

انور کچھ سوچنے لگا اور کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ باہر ساتھ طاری تھا۔ تاریکی کی سیاہ چادر ہر شے پر محیط تھی۔ ساجدہ بالکل ساکت۔ بیٹھی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے سکت ہو گیا ہو۔ تحوزہ دیر بعد پولیس کی لاری وہاں آکر رکی۔ کو تو ای انجارج نے لاش اٹھوا کر اُس پر رکھوادی اور پھر دھارا سنگھ کو بھی وہاں لایا گیا۔ دھارا سنگھ کے سارے جسم پر کچھی طاری تھی۔

”آگے چل کر بیٹھئے۔“ کو تو ای انجارج نے اُس سے کہا۔

”تو کیا واقعی؟“

”بھی ہاں.... آپ حرast میں ہیں۔“

”مگر.... مگر....!“ وہ پچھلیا۔ کو تو ای انجارج نے اُس کے کانہ سے پہاٹھ رکھ کر آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ لاری اسٹارٹ ہو چکی تھی۔ ہمیں لاپتھس کی روشنی سامنے سڑک پر دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ دھارا سنگھ نے پاسیداں پر جیر رکھا ہی تھا کہ کسی طرف سے اچانک فائر ہوا اور دھارا سنگھ چیخ مار کر پہلے توڈ رائیور کی سیٹ پر گرا اور پھر اچمل کر زمین پر آ رہا۔ وہ ایک تازہ ذبح کیے ہوئے مرغ کی طرح تڑپ رہا تھا۔

”ادھر.... ادھر....!“ انور ایک طرف تاریکی میں ہاٹھ اٹھا کر چینا۔ پولیس والوں کی نارجی کی روشنیاں اندر ہیرے کا سینہ چیرنے لگیں۔ انور ایک طرف بے تحاشہ دوڑا جا رہا تھا۔ کو تو ای انجارج اور پولیس والے اُس کے پیچے تھے۔ دور تک اوپری تیکھی پہاڑیوں اور کائنے دار جھاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ تقریباً آدمی ہیں گھنٹے تک وہ سب ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے۔ مگن فائر لے کا سراغ نہ ملا آخر وہ بے نیل و مرام واپس لوٹے۔ یہاں ایک دوسرا حادثہ اُن کا منتظر

تحا۔ ساجدہ اپنی کار کے پاسیدان سے بگی زمین پر پڑی تھی۔ اُس کا سر ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ انور بے اختیار اُس پر جھک پڑا۔ کو تو ای انجارج بوجھلانے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ ”بے ہوش ہو گئی ہے۔“ انور نے ساجدہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اُس نے اُس کار کی بچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

”میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں رکنا نہ چاہئے۔“ انور نے کو تو ای انجارج سے کہا اور پھر وہ دھار اسکنگہ کی طرف متوجہ ہوا جو زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ ”اے بھی اٹھوایے ختم ہو چکا ہے۔“

دھار اسکنگہ کی لاش بھی لاری میں رکھ دی گئی۔

”آپ ادھر کار میں آجائیے.....!“ انور نے کو تو ای انجارج سے کہا۔ وہ انور کے برابر بیٹھ گیا اور انور نے انہیں اسٹارٹ کر دیا۔ ان کی کار پولیس لاری کے پیچھے چل پڑی تھی۔ ”یہ دوسرا قتل میری وجہ سے ہوا۔“ انور نے کہا۔

”آپ کی وجہ سے کیوں؟“ کو تو ای انجارج چونک کر بولا۔

”اگر خود کشی قتل نہ ثابت ہوتی تو دھار اسکنگہ شاید زندہ رہتا۔“

”تو اس کا یہ مطلب کہ ارشاد ہی کا قاتل اس کا بھی قاتل ہے؟“

”قطی.....!“ انور نے کہا۔ ”اس دوران میں قاتل ہمارے آس پاس ہی رہا اور جب اُس نے دیکھا کہ پانسہ پلٹ چکا ہے اور پولیس دھار اسکنگہ کو لیے جا رہی ہے تو اس نے اُسے بھی قتل کر دیا۔“

”کیوں.....؟“ کو تو ای انجارج نے چونک کر کہا۔

”دھار اسکنگہ کی زبان بند کرنے کے لئے۔ وہ ارشاد کے قاتل سے واقف تھا۔“

”اوہ.....!“

”لیکن اب اُس کا ملنا محال ہی معلوم ہوتا ہے۔“ انور نے کہا۔

”یہ کیوں.....؟“ کو تو ای انجارج نے پوچھا۔

انور نے اُس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس کے ہونٹ بیٹھنے ہوئے تھے اور آنکھوں کے حلقوں تک ہو گئے تھے۔

”سیٹھ اطہر کیسا آدمی ہے؟“ انور نے کو تو ای انجارج سے پوچھا۔

"میں اُس کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بڑھا ہے، پویس اُس کی طرف سے ہمیشہ مخلوق رہتی ہے۔"

"کیوں پویس مخلوق کیوں رہتی ہے؟" انور نے پوچھا۔

"وہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کافی دولت مند ہو گیا۔ بظاہر کوئی ایسا ذریعہ دکھائی نہیں دیتا جس کی بناء پر اُس کی دولت کو جائز سمجھا جائے۔" اور معنی خیز انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

تحوڑی دیر بعد وہ کوتولی پہنچ گئے اور ان دونوں خادتوں کی خبر سارے علاقے میں پھیل گئی۔ ساجده ہوش میں ضرور آئی تھی لیکن اُس کی حالت ابتر تھی۔ انور نے اُسے آرام دہ ہوٹل میں پھر ادیا اور خود کوتولی چلا آیا۔ یہاں کوتولی انجارج سینٹھ اطہر کا انتظام کر رہا تھا جسے اُس نے بلوا بیسجا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سینٹھ اطہر اُس کے دفتر میں داخل ہوا۔ یہ ایک قوی الجذب اور طویل القامت آدمی تھا۔ عمر تمیں اور چالیس کے درمیان ہی رہی ہو گی۔ اُس کے لباس اور رکھ رکھاؤ سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک شو قین مزاج آدمی ہے۔ وہ اس طرح مسکراتا ہوا داخل ہوا تھا جسے اُسے ان خادتوں کی اطلاع نہ رہی ہو، قبل اس کے کہ کوئی اُس سے کچھ پوچھتا وہ خود ہی بولا۔

"مجھے ابھی ابھی دوسرے خادٹے کی بھی اطلاع ملی ہے میں آنے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ آپ کا آدمی پہنچا۔"

"پہلے خادٹے کی اطلاع آپ کو تھی؟" انور نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"اور آپ دیپ غر نہیں آئے؟"

"میں کیوں جاتا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ارشاد کے لئے اب خود کشی کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔"

"کیوں یہ آپ کیسے جانتے تھے؟" انور نے پوچھا۔

"وہ بالکل دیوالیہ ہو چکا تھا لیکن مجھے دھار اسٹک کے مرنے کا افسوس ہے۔ اُس غریب نے محض میری وجہ سے اسہن انشدی کا ان میں روپیہ لگایا تھا۔ لیکن اُسے کس نے اور کیوں قتل کر دیا۔"

"جس نے ارشاد کو قتل کیا ہے۔" کوتولی انجارج نے کہا۔

”قل....“ سینہ اطہر نے چوک کر پوچھا۔ ”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟“  
”ارشاد نے خود کشی نہیں کی بلکہ اسے کسی نے قتل کر دیا۔“

”میں....؟“ سینہ اطہر نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔

”آپ ارشاد کو کب سے جانتے تھے؟“ انور نے پوچھا۔

”جی....؟“ اطہر نے چوک کر کہا اور انور کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں اسے عمر سے  
جانتا تھا اور اسے بڑا آدمی سمجھتا تھا لیکن ذہول کے اندر پول کا علم اس کان میں روپیہ لگادینے کے  
بعد ہوا۔“

”تو آپ اس سے ناراض تھے؟“ کو تو ای انجارج نے کہا۔

”جی ہاں، بہت نرمی طرح۔“

”کیوں....؟“

”بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، میں نے اس کی باتوں میں آکر خاصی رقم نہ توادی۔“

”تموڑا بہت ہیر انکا ہے کان سے؟“ کو تو ای انجارج نے کہا۔

”صرف چند ذرات لیکن مجھے اس میں شبہ ہے۔ میں ایک بالشت گھر اگڑھا کھود کر اس میں  
سے بھی ہیرے کے ذرات برآمد کر سکتا ہوں۔“ سینہ اطہر نے کہا۔

”تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ارشاد نے آپ کو، ہو کر دیا تھا....؟“ انور نے کہا۔

”جی ہاں....میں یہی کہوں گا اور اس کے لئے میرے پاس ثبوت موجود ہے۔“

”کیا....؟“

”اس کے ساتھ جو انجینئر بھانت بھانت کے آئے لے کر آیا تھا ایک مشہور بد معاش اور  
بلیک ملکر تھا۔“

”اس پر بھی آپ پھنس گئے؟“ انور نے کہا۔

”جی نہیں یہ تو مجھے آج معلوم ہوا ہے۔“ سینہ اطہر نے کہا۔

”کیسے....؟“

”آج میں نے ایک اخبار میں اس کی تصویر دیکھی تھی۔ وہ دھوکہ دہی کے ایک معاملے میں  
پکڑا گیا ہے۔“

"شاید آپ اجیت کمار کی بات کر رہے ہیں؟" انور نے کہا۔

"جی ہاں... اجیت کمار... وہی اُس کے ساتھ انجینئرن بن کر آیا تھا اور اُس نے بہترے آلات کی مدد سے یہ بات ثابت کی تھی کہ یہاں ہیرے کی کان ہے اور ہم لوگ بڑی خوشی سے روپیہ لگانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ بہر حال میں اس اطلاع کے بعد شہر جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ مجھے ارشاد کی خود کشی کے بارے میں معلوم ہوا۔ میں اس نتیجے پر جلد ہی پہنچ گیا کہ اجیت کمار کی تصویر شائع ہو جانے کی وجہ سے گھبرا کر اُس نے خود کشی کر لی۔ لیکن اب آپ کہتے ہیں کہ اُسے کسی نے قتل کر دیا۔ خیر ایسے آدمیوں کا بھی انجام ہوتا ہے لیکن دھارا سنگھ کے قتل کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"بہر حال آپ کو اُس سے دشمنی تھی؟" کوتوالی انصار ج نے کہا۔

"قطیعی.... لیکن اتنی بھی نہیں کہ اُسے قتل کر دیتا۔" سینھ اطہر مسکرا کر بولا۔ یہ مسکراہٹ کچھ عجیب سی تھی۔ جسے کوتوالی انصار ج ملکوک سمجھے بغیر نہ رہ سکا۔

"دھارا سنگھ تو آپ کا جگری دوست تھا؟" کوتوالی انصار ج نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ارشاد سے اُس کے کیسے تعلقات تھے؟"

"میرے نہیں تھے۔"

"ایک بات۔" انور نے کوتوالی انصار ج کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اجیت کمار کا راز معلوم ہونے کے بعد فطری طور پر آپ کو شہر جانے کے بجائے دھارا سنگھ کو اُس کی اطلاع دینے کے لئے جانا چاہئے تھا۔"

"جی ہاں میں دھارا سنگھ سے ملتا ہوا شہر جاتا۔" اطہر نے کہا۔ "اور جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ ارشاد نے دیپ مگر میں خود کشی کی ہے تو میں سمجھ گیا کہ اُسے بھی نہیں آکر اجیت کمار کی تصویر شائع ہونے کا حال معلوم ہوا اور اُس نے پھاڑ کی کوئی صورت نہ دیکھتے ہوئے خود کشی کر لی۔"

"لیکن دھارا سنگھ کو اجیت کمار والے واقعے کی اطلاع نہیں تھی۔" کوتوالی انصار ج نے کہا۔

"ارشاد اُس سے میں ہر اردوپے لینے کے لئے یہاں آیا تھا۔"

"تو پھر اگر دھارا سنگھ خود نہ مارڈا جاتا تو میں بھی سمجھتا کہ اُس نے ارشاد کو قتل کیا ہے۔"

ہیرے کی کان

اطہر نے کہا۔ ”آدمی چاہے کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو لیکن جب اُس پر اچاک یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ حکم کھا گیا ہے تو وہ تھوڑی دیر کے لئے غصے سے پاگل ضرور ہو جاتا ہے۔“

”تو پھر اُس اصول کے تحت تو آپ بھی ارشاد کے قائل ہو سکتے ہیں۔“ انور نے کہا۔

”لیکن میں....!“

”آپ نے بے چارے دھارا سنگھ کو بھی اپنے جرم میں شریک کر لیا اور جب یہ دیکھا ہو کہ خود کشی قتل میں تبدیل ہو گئی تو آپ نے اس ذر سے دھارا سنگھ کو قتل کر دیا ہو کہ کہیں پولیس اُس سے سب کچھ اگلوانے لے۔“ انور نے کہا۔

اطہر دھڑا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ کو تو ای انجارج اسے تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

”خیر میں اس کے لئے درجنوں ثبوت مہیا کر سکوں گا کہ آج منج سے اس وقت تک میں ہار جام ہی میں رہا اب مجھے یہاں اور کتنی دیر بیٹھنا پڑے گا؟“

”جس وقت تک آپ کا دل چاہے.... آپ جاسکتے ہیں۔“ کو تو ای انجارج نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے محض چند معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی۔“

”مشکر یہ....!“ اطہر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کمرے سے چلا گیا۔ کو تو ای انجارج بھی فوراً

بھی اٹھ کر باہر چلا گیا۔

## پُر اسرار ہمدردی

تحوڑی دیر بعد کو تو ای انجارج پھر واپس آگیا۔ انور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور جب وہ چونکا تو اُس نے محسوس کیا کہ کو تو ای انجارج اُس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا رہا ہے۔ انور بھی خواہ خواہ مسکرانے لگا۔

”مسٹر انور میں آپ کے مداحوں میں سے ہوں۔“ کو تو ای انجارج نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ نیتم ارشاد خصوصیت سے آپ کو اپنے ساتھ کیوں لے آئی ہیں؟“

”آپ کا یہ سوال ذہانت سے بھر پور ہے۔“ انور مسکرا کر بولا۔ ”اس خصوصیت کی سب سے

بڑی وجہ یہ ہے کہ بیگم ارشاد مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔“

”یہ تو کوئی وجہ نہ ہوتی۔“ کوتوالی انچارج نے کہا۔ ”اور بہتلوں کو بھی وہ اچھی طرح جانتی ہوں گی؟“

”جانتی ہوں گی اور بھلا اس میں مجھے اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔“ انور نے مسکرا کر کہا۔

”بات یہ نہیں مسئلہ انور، ان کے اس رویے پر ہمیں سمجھیدگی سے غور کرنا چاہئے۔“

کوتوالی انچارج بولا۔

”میں غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چلے۔“ انور شانے اچھال کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ بیگم ارشاد کو پہلے ہی سے اس خود کشی پر شبہ تھا، اسلئے وہ آپ کو ساتھ لائیں۔“

”ممکن ہے یہی بات رہی ہو لیکن انہوں نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں کہا۔“ انور

سکرینٹ سلاکا تا ہوا بولا۔

”اور اگر ایسا ہے تو انہیں اپنے شبہ کی وجہ بتانی پڑے گی۔“ کوتوالی انچارج نے کہا۔

”ضرور بتانی پڑے گی۔“ انور نے اُسی کے لبکھ کی نقل کی۔ کوتوالی انچارج بھنا کر اسے

غمور نے لگا۔

”غائب اب وہ نمیک ہوں گی۔“ کوتوالی انچارج بولا۔ ”میں ان سے اس کے بارے میں کچھ

حنتگلو کرنا چاہتا ہوں۔ سینہ اطہر کی حنتگلو سے ارشاد کی پوزیشن کچھ خراب ہو گئی ہے۔“

”کیوں پوزیشن کیوں خراب ہو گئی؟“

”وہ اجیت کمار والا معاملہ...!“ کوتوالی انچارج نے کہا۔

”اور آپ نے اس پر یقین کر لیا...؟“

”یقین نہ کرنے کی وجہ؟“

”اچھا تو اس پر بھی یقین کر لجھے کہ ارشاد پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔“

”مکال کیا آپ نے۔“ کوتوالی انچارج ہنس کر بولا۔

”اچھا اس پر یقین نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟“

”اُرے بھی میں ارشاد کو اچھی طرح جانتا تھا۔“ کوتوالی انچارج ہستا ہوا بولا۔

”تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ارشاد کا وجود تھا۔ لیکن اجیت کمار والے واقعہ کے متعلق اطہر

کے علاوہ اور دوسرا گولہ کون ہے؟“

”اوہ....!“ کوتوالی انچارج انور کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”دھارا سنگھ.... دھارا سنگھ.... نے بھی اسے انچیز کے روپ میں ضرور دیکھا ہو گا۔“

”لیکن وہ بے چارہ اس بیان کی تصدیق کرنے کے لئے عدالت میں نہ حاضر ہو سکے گا۔“ انور طنزیہ انداز میں بولا۔

کوتوالی انچارج خاموش ہو گیا۔ انور نے ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلکیا اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

”بہر حال مجھے بیکم ارشاد سے گفتگو کرنی ہے۔“ کوتوالی انچارج افحتا ہوا بولا۔

انور انھی رہاتھا کہ ایک پتہ قد اور دو ہرے جسم کا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ یہ سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا۔ اُس کے چہرے کی تھکن اور کپڑوں پر پڑی ہوئی گرد سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی لباس فر کر کے آ رہا ہے۔ اُس کی عمر پچھے زیادہ نہ تھی مگر قبل از وقت سر کے بال گرفتنے کی وجہ سے صفر معلوم ہو رہا تھا۔

”میں.... میں.... ارشادِ رحوم کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔“ وہ دروازے پر نہنگ کر بولا۔

”آپ کون ہیں؟“ کوتوالی انچارج نے پوچھا۔

”میرا نامِ رضوان ہے۔ ارشادِ میرا دوست تھا۔ اُس نے مجھ سے یہاں ہزار روپے مانگے تھے اور لکھا تھا کہ وہ آج یہی کے دن تاریخ میں ملے گا۔ پہلے تو میں نے اُسے لکھ دیا تھا کہ میں انتظام نہیں کر سکتا لیکن پھر اتفاق سے روپے دستیاب ہو گئے اور میں سید حاکیمیں چلا آیا مگر یہاں آکر معلوم ہوا....!“

”بینہ جائیے۔“ کوتوالی انچارج کری کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”آپ کہاں رہتے ہیں؟“

”اُسی شہر میں جہاں ارشاد رہتا تھا۔ لیکن میں ایک کاروباری ضرورت سے رام گڑھ چلا گیا تھا۔ وہیں مجھے ارشاد کا خط ملا.... اور پچھے.... سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو گیا۔“

انور بڑے غور سے رضوان کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن وہ پچھے بولا نہیں۔

”مسٹر انور آپ انہیں پہچانتے ہیں؟“ کوتوالی انچارج نے پوچھا۔

”نہیں.... میں نے اس سے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔“ انور نے جواب دیا۔

"تو آپ وہ تھیں ہزار روپے لائے ہیں؟" کوتوالی انچارج نے کہا۔  
 "جی ہاں....!" رضوان نے کوٹ کی جیب سے سو روپے کے نوٹوں کے کمی بندل  
 نکالے۔

"نیکم ارشاد آپ کو پیچھا نہیں ہیں؟"

"جی ہاں.... اچھی طرح۔" رضوان بولا۔

"اچھا تو پھر ہم لوگ وہیں چل رہے ہیں۔" کوتوالی انچارج الحستا ہوا بولا۔ "وہ راکل ہوش  
 میں ہیں۔"

"اوہ ضرور چلنے.... ضرور چلنے۔ بیچاری ساجدہ۔" رضوان انہوں ناک آواز میں بولا۔

وہ لوگ کار میں بینچ کر راکل ہوش کی طرف روانہ ہو گئے۔ انور اس دوران میں کچھ نہیں بولا۔

وہ بہت دلچسپی سے رضوان کا جائزہ لے رہا تھا۔ راستے پر خاموشی رہی۔ راکل ہوش پہنچ کر  
 وہ ساجدہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ ساجدہ ایک کری پر آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ رضوان کو  
 دیکھ کر اُس کے ہونٹ کا پنے، نہنے پھر کے اور آنسوؤں کا سیاب امنڈ پڑا۔

"یہ آخر ہوا کیا؟" رضوان بے ساختہ بولا۔

ساجدہ منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ یہ تینوں خاموشی سے بینچ گئے۔ آہستہ آہستہ ساجدہ کی  
 سکیاں کم ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل خاموش ہو گئی۔

"اگر آپ کی طبیعت تھیک ہو تو میں کچھ پوچھنے کی جرأت کروں۔" کوتوالی انچارج نے کہا۔  
 "پوچھئے....!" ساجدہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا آپ کو شہر سے چلتے وقت اس قسم کا شہبہ تھا کہ ارشاد صاحب نے خود کشی نہیں کی؟"  
 "قطیعی نہیں۔ کچھ نہیں۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ میں یہو ہو گئی اور  
 بس۔" ساجدہ پھر رہ پڑی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرے اس سوال سے آپ کو تکلیف پہنچی۔" کوتوالی انچارج جلدی  
 سے بولا۔

"نہیں.... آپ اور جو کچھ پوچھتا چاہیں۔.... میں....!"

"کیا آپ کو معلوم تھا کہ انہوں نے رضوان صاحب سے میں ہزار روپے مانگے تھے؟"

”مجی نہیں مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں۔“

”اچھا آپ انور صاحب کو اپنے ساتھ کیوں لائی ہیں؟“ کو تو ای انجارج نے پوچھا۔

ساجدہ انور کی طرف دیکھنے لگی جو اپنے گرد و پیش سے بے خبر خیالات میں ڈوبا ہوا سگریٹ کے کش لے رہا تھا اور ساجدہ نے اپنے شوہر کی یادداشت کھو بیٹھنے کی داستان دہرا دی اور اس سلسلے میں انور سے مدد کی طالب ہونے کا حال بھی بتایا۔

”تو آپ نے اس مسئلے میں پولیس کی مدد کیوں نہ لی؟“ کو تو ای انجارج نے پوچھا۔

”اس طرح بات پھیلتی اور تجارت کے ساتھی داروں کو مال گول کرنے کا موقع مل جاتا۔“

ساجدہ نے کہا۔

”مگر حالات تو کچھ ایسے پیش آتے ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ارشاد صاحب کی یادداشت پر کوئی غیر معمولی اثر نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس نہیں ہیرے کی کان بھی نہ یاد رہتی۔ وہ بھی ہزار روپے بھی نہ یاد رہتے جن کی انہیں ضرورت تھی کیوں انور صاحب؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“ انور نے کہا اور سگریٹ کا نکڑا فرش پر گرا کر جو سے مسل دیا۔ ”لیا آپ ایسے آدمی یا آدمیوں کے نام تاکتی ہیں جو ان سے دشمنی رکھتے ہوں۔“ کو تو ای انجارج نے ساجدہ سے پوچھا۔

”مشکل ہے۔ نہیں اُنکے دوستوں کے متعلق کچھ جانتی ہوں اور نہ دشمنوں کے متعلق۔“

”رسوان صاحب سے اُن کے کیسے تعلقات تھے؟“

”اچھے تھے۔“

اس کے بعد کو تو ای انجارج کچھ اور باقی سمجھی پوچھتا رہا اور انور اٹھ کر نیچے ہال میں چلا گیا۔ وہ ابھی تک خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے کافی کا آرڈر دیا اور بیٹھ کر سگریٹ سلاکنے لگا۔ وہاں بیٹھنے بیٹھنے اُس نے کافی کے کئی کپ پے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ اٹھنے لی رہا تھا کہ رسوان آگیا۔ انور نے اٹھنے کا ارادہ متواتی کر دیا۔ رسوان کری گھسیٹ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

”میری سمجھے میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو گیا۔“ رسوان آہستہ سے بولا۔

”وہی جو ایسے معاملات میں ہوتا آیا ہے۔“ انور نے رسوان کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

"میرا کوئی مطلب نہیں۔" اور آہستہ سے بڑھا۔ رضوان کچھ نہیں بولا۔ وہ خاموشی سے انور کو گھورتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد غم زدہ آواز میں بولا۔ "آخر بے چاری ساجده کا کیا ہو گا؟"

"بھی....؟" رضوان اس طرح اچھا میسے کرسی نے ڈنگ مار دیا ہو۔

"میں ہاں....؟" انور سمجھی گی سے بولا۔

"مم.... میں آپ کا مطلب.... نن....!"

"نہیں سمجھا۔" انور نے طریقہ انداز میں جملہ پورا کر دیا اور معنی خیز انداز میں مکرانے لگا۔ اور پھر رضوان کا شانہ تھپک تھپک کر کہنے لگا۔ "پولیس آپ کی طرف سے بہت زیادہ ملکوک ہو جائے گی۔ رضوان صاحب سانچھے کی تجارت تو چل ہی جاتی ہے مگر سانچھے کی عورت۔ آپ خود سوچنے کہ پولیس کس نتیجے پر پہنچے گی؟"

رضوان کے ماتھے پر پہنچنے کی سختی بوندیں پھوٹ آئیں۔ ہونٹ خلک ہو گئے اور سوکھے ہوئے حلق میں سانس لائے گئی۔ انور اُس کی حالت کے تغیر کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

"اب تو واقعی میں بڑی مشکل میں پہنس گیا۔" رضوان تھوک لگتا ہوا بولا۔

"مگر میں تم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ ساجده سانچھے کی نہیں۔"

"آپ اس کا کوئی ثبوت بھی نہ پہنچا سکیں گے۔"

"کیوں کیا ساجده پر گی بات نہ کہے گی؟"

"تو بھی آپ پر ایک دوسرا چارج لگے بغیر نہ رہ سکے گا کہ آپ اُسے انداز کر کے لائے ہیں۔"

انور بولا۔

"اور اگر میں اُسے اپنی بیوی ثابت کر ادؤں تو....؟"

"نا ممکن ہے.... وہ ایک ضدی لاٹکی ہے جب اُسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اب سک دھو کے میں رکھی گئی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اُسے بچ بولنے سے باز نہ رکھ سکے گی۔"

"تو کیا آپ اُسے عمر صد سے جانتے ہیں؟" رضوان گھبرا کر بولا۔

"بھی نہیں کسی کے کردار کا مطالعہ کرنے کے لئے صرف ایک ہی گھنٹہ کافی ہوتا ہے۔"

رضوان تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

”بات دراصل یہ ہے مسٹر انور میں نے جو کچھ بھی کیا وہ سی تجھانے کے لئے کیا۔“

”جہنم میں گئی اسی دوستی۔“ انور منہ بنا کر بولا۔ ”اس کے لئے تم نے ایک محصول لڑکی کی زندگی برپا کر دی..... لیکن لا حول ولا..... میں بھی تمہارے ہی دماغ سے سوچنے لگا۔ ممکن ہے وہ ارشاد کی موجودگی میں تمہارے ہتھے نہ چڑھتی رہی ہو۔ اس لئے تم نے ارشاد ہی کو راستے سے ہٹا دیا اور غریب دھار اسکے توقف میں مارا گیا۔“

”مسٹر انور....!“ رضوان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”آپ خواہ خواہ مجھے چھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”مجی آگر خواہ خواہ چھانے کا ارادہ ہوتا تو میں ساجدہ کا ذکر اُسی وقت چھیڑ دیا جب تم کو تو اسی میں آئے تھے لیکن میں ساجدہ والے معاملے کو زیادہ دونوں ٹکڑے چھپا سکوں گا۔“

”مسٹر انور....! میں قسم کھا کر....!“

”بس بس....!“ انور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اس کی ایک ہی صورت ہے اگر تم واقعی ارشاد کے قائل نہیں ہو تو ساجدہ سے باقاعدہ طور پر نکاح کرلو۔ ورنہ.... ساجدہ ہی کی زبانی تمہیں ارشاد کا قائل ثابت کر دیتا ہے باسیں ہاتھ کا کام ہو گا۔“

”مجھے منظور ہے۔“ رضوان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اب یہ بتاؤ کہ ارشاد سے تم کب ملے تھے؟“

”ایک ہفتہ قبل....!“

”اس کی دماغی حالت کیسی تھی؟“

”بالکل ٹھیک تھی۔“

”کبھی اس پر پہلے بھی یادداشت کو بیٹھنے والا دورہ پڑا تھا؟“

”میری دانست میں تو کبھی نہیں۔“

”اس کی مالی حالت کیسی تھی؟“

”اس دوران میں خراب ہو گئی تھی۔“

”تمہیں ہیرے کی کالاں کی اطلاع تھی؟“

”ہاں اُس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا۔“

”کیا تم نے بھی اپناروپ پر اُس میں لگایا تھا؟“

”نہیں.... میں کسی کی شرکت میں کوئی تجارت نہیں کرتا۔“

”تمہارا کس چیز کا کاروبار ہے؟“

”قارورڈنگ اور کلیرنگ، کچھ ذائقی اسپرٹ اور امپورٹ بھی کرتا ہوں۔“

”ارشاد کو کب سے جانتے تھے؟“

”تفہیما پانچ سال سے۔“

”تمہاری دانست میں اُسے کون قتل کر سکتا ہے؟“

”میری دانست میں اُس کا کوئی دشمن نہیں تھا۔“

”یہاں کب تک قیام کرو گے؟“

”ساجدہ کے ساتھ ہی واپس جاؤں گا۔ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔“

”اُس کے بعد دونوں اٹھ گئے۔

دوسرے دن ساجدہ اور انور شہر کی طرف جا رہے تھے۔ رضوان کو کوتولی انجمن نے کسی مصلحت سے تاریخی روک لیا تھا۔ انور کا رذرا سچ کر رہا تھا۔ ساجدہ اُس کے برابر بیٹھی تھی۔ اس وقت پھر اُس کے ماتھے پر غرور کی سلوٹیں آبھر آئیں۔ آنکھوں کی سفاک چک عود کر آئی تھی لیکن وہ خاموش تھی۔

”ارشاد کی زندگی کا یہس تو رہا ہی ہو گا؟“ انور نے پوچھا۔

”ہاں....!“

”کتنے کا....؟“

”اسی ہزار روپے کا۔“

”اوہ.... خاصی رقم ہے۔“ انور نے کہا۔

”مگر وہ پالیسی پر پہلے ہی قرض لے چکا تھا۔“ ساجدہ بولی۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم بالکل ہی کنگال ہو چکی ہو۔“

”تم کتنے ظالم اور حشی ہو۔“ ساجدہ متہ بگاڑ کر بولی۔

”اب ان سلوٹوں کو مست جانا چاہئے تھا۔“ انور نے اُس کے ماتھے کی طرف دیکھ کر کہا لیکن

دوسرے ہی لمحے میں ساجدہ کا ہاتھ اٹھ کر اُس کے گال پر ڈال۔ انور نے کارروک دی۔ جیب سے ساجدہ کے دینے ہوئے پانچ سور و پے کے نوثوں کا بندل ہکال کر اُس کی گود میں ڈالتا ہوا بولا۔  
”شکریہ خدا حافظ۔“

وہ کار کا دروازہ کھول کر نیجے اتر گیا اور کار اُس پر دھول جھوٹکتی ہوتی آگے نکل گئی۔ وہ پیدل چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے شہر جانے والی بس مل گئی اور وہ اُس پر بیٹھ کر اپنے اخبار سے تہیرے کی کان کی تربیثی لکھنے لگا۔

## سر کاری جاسوس سے جھٹپ

شہر پہنچ کر وہ سیدھا آفس چلا گیا۔ رشیدہ بیٹھی اوٹکھ رہی تھی۔ انور کو دیکھ کر اُس کا چہرہ کھل گیا۔

”دوڑتے دوڑتے کچور نکل گیا۔“ رشیدہ منتنائی۔ انور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کرسی محیث کر ایک طرف بیٹھ گیا۔

”وہ لاکی پر اسرار طریقے پر غائب ہو گئی۔“ رشیدہ نے کہا۔ ”کل رات میں نے کم از کم دس چکر دولت گنج کے ضرور لگائے ہوں گے۔“

”مجھے اُس لاکی سے کوئی دلچسپی نہیں۔“ انور بیز اری سے بولا۔

”اور ساجدہ....؟“

”جہنم میں گئی۔“

”یہ تو بڑا اچھا ہوا۔“ رشیدہ چک کر بولی۔ ”اپنا پتہ دے گئی ہے یا نہیں؟“

”میں نے اُس کے روپے واپس کر دیے ہیں۔“

”لیکن اُس کے شوہرنے خود کشی کیوں کر لی؟“

”خود کشی نہیں قتل.....!“ انور بولا۔

”قتل؟ قتل کس نے کیا؟“

”میں نے۔“ انور ہونٹ پہنچ کر بولا۔ ”اب تمہارا بھی گلا گھونٹ کر پھانسی پر چڑھ جاؤں گا۔“

"شوق سے، تمہارے ہاتھوں مر نے میں مجھے کوئی دلکھنا ہو گا۔" رشیدہ نے اتنے رومانی انداز میں کہا کہ انور کو بے ساختہ پہنچی آگئی۔

"میں نہیں مت کرو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" انور نے کہا۔

"تو ایسے بولو۔" رشیدہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "ابھی میری جیب میں کافی پیے ہیں۔"

دونوں دفتر سے نکل کر نامنے والے ریستوران کی طرف بڑھے۔

"کل سے اسپرٹ آصف کی بار تمہیں پوچھنے کے لئے آچکا ہے۔" رشیدہ نے کہا۔

"بھی اب ختم بھی کر دیا یہ قصہ۔ میں نے کہہ دیا کہ مجھے اُس سے کوئی دلچسپی نہیں۔" انور بولا۔

"ختم کر دیا۔" رشیدہ نے کھانا ختم کرنے کے بعد پانی پیتے ہوئے کہا۔

"تم پھر مجھے حسین لگ رہی ہو۔" انور تھوڑی دیر بعد بولا۔

"لڑ کے؟" رشیدہ نے بیرے کو مخاطب کر کے کہا۔ "صاحب کے لئے ایک ڈبہ سگریٹ لے آؤ۔ اسٹیٹ ایکپر لیں۔"

انور دوسری طرف منہ پھیر کر مسکرا نے لگا۔

"اور میرے ہونٹوں کا رنگ کیسا ہے؟" رشیدہ نے شرات آمیر مسکراہٹ کیسا تھا پوچھا۔

"تم لاال رنگ کی پیڑیاچھائک گئی ہو۔" انور بولا۔

"اور میری آنکھوں کی جھیلوں میں؟"

"کچھ ہے کچھ، کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔" انور نے منہ سکوڑ کر کہا۔

"اور میرے گالوں کے سیب....؟"

"سیب نہیں شاخیم کہو۔ آج صبح تم نے منہ کیوں نہیں دھویا؟" انور بیزاری سے بولا۔

"اور.... میرے....!"

"ہاں اور تمہارے سر میں جو میں نہیں بجارتی ہیں۔ بس اب چپ رہو۔"

"نہیں چپ رہتی۔"

"ویکھو میں یہاں ریستوران میں کسی قسم کا جھگڑا کرنے کیلئے تیار نہیں۔" انور اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں پھر آفس میں لوٹ آئے۔ یہاں ایڈیٹر کے کمرے میں اسپرٹ آصف انور کا انتظار

کر رہا تھا۔ انور اپنی میز پر بیٹھنے والاتھا کہ ایڈیٹر کے کمرے میں طلبی ہوئی۔

آصف نے انور کو گھورنا شروع کر دیا لیکن انور اُس کی طرف دیکھے بغیر ایڈیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”سب انسپکٹر صاحب تمہیں یاد کر رہے تھے۔“ ایڈیٹر نے کہا۔

”وہ تو ہر وقت مجھے یاد کیا کرتے ہیں..... مجھت بہت بُری چور ہے۔“ انور مسکراتا ہوا ایک آنکھ دبا کر بولا۔

”تم کل رات کو کہاں تھے؟“ آصف نے کڑک کر پوچھا۔

”شہنشاہ باڈاؤ ڈالی کے ساتھ لوڈو ہمیل رہا تھا۔“ انور نے بے پرواہی سے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آصف کی بھنوں تین گھنیں اور ایڈیٹر مسکرانے لگا۔

”دیکھو میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ آصف نے بیز اری سے کہا۔

”تو میں کب تمہیں مذاق پر مجبور کر رہا ہوں۔“

”کل تم شہر میں ارشاد کے متعلق چھان میں کیوں کرتے پھر رہے تھے۔“ آصف نے پوچھا۔

”میرا ارادہ تھا کہ اُس کی ایک شادی اور کرادوں۔“ انور نے سنجیدگی سے کہا۔

”دیکھو اگر تم سید گی طرح بات نہیں کرو گے تو مجبوراً مجھے تمہیں حرast میں لینا پڑے گا۔“

”یار کبھی اس دھمکی کو عملی چامہ تو پہننا کر دکھاؤ۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”اس بار بھی ہو گا۔“

”لیکن کس جرم میں؟“

”میں تم پر شبہ کر رہا ہوں۔“

”کس بات کا...؟“

”ارشاد کے قتل کا۔“

”کوئی وجہ...؟“

”سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ مزرا ارشاد اور تم....!“

”میں سمجھ گیا۔“ انور آصف کی بات کاٹ کر جلدی سے بولا۔ ”ایک دوسرا یوجہ اور ہے کہ کریم گر کے ایک جوئے خانے سے مجھے دوسرو پیسے یومیہ ملتے ہیں... اور میں۔“

”چھا چھا...!“ انسپکٹر آصف جلدی سے انختا ہوا بولا۔ ”میرے ساتھ آؤ... باہر...“

مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"تو ایسے بات کروتا پیدا رہے۔" انور آصف کے پیچھے ایڈیٹر کے کمرے سے لکھا ہوا بولا۔

"ٹھیک نمیک بتاؤ کہ تم کل ہائی سرکل کلب میں ارشاد کے متعلق کیوں پوچھ پکھ کر رہے تھے؟"

"میں بتا تو دوں لیکن آج کل میری جیب خالی ہے تم کریم گر کے جوئے خانے سے دوسرو پیسے روز کماتے ہو اور جسے جیسے مفلس دوست کیلئے تمہاری جیب سے ایک پائی بھی نہیں نکلتی۔"

"ویکھو تم مجھے اس لمحہ دونسی میں نہیں لے سکتے۔" آصف نے جلا کر کہا۔

"میرے پیارے۔" انور شراحت آمیز مسکراہت کے ساتھ بولا۔ "میرے پاس اس کے لئے اتنے بیوت اور ایسے معزز گواہ ہیں کہ تمہارا پارسل یہ رنگ ہو سکتا ہے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" آصف زخم ہو کر بولا۔

"میں تمھیں جو اطلاع دوں گا اُس کی قیمت صرف سورپے ہے۔" انور بولا۔ "اور یہ بھی میرا احسان ہو گا۔"

"مجھے منکور ہے۔" آصف منہ پھلا کر بولا۔ "میکن یہ سورپے تم آسانی سے ہضم نہ کر سکو گے۔"

"فکر مت کرو۔ میرے پاس ہاشمی کے کئی پورن ہیں۔"

آصف نے جیب سے پرس نکال کر دس دس روپے کے دس نوٹ گن دیئے۔

"ہوں اب آؤ۔" انور اُس کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے جاتا ہوا بولا۔ "تمہارے لئے چائے ملنگا وہ یا کافی؟"

"بس بس شکر یہ۔" آصف تھر آمیز لبجھ میں بولا۔

انور نے اُسے ارشاد کی یادداشت کھو جانے کا اور ساجدہ کے طالب امداد ہونے کا واقعہ دہرا دیا۔

"یہ تو مجھے ساجدہ ہی سے معلوم ہو چکا ہے۔" آصف نے کہا۔ "میں نے اس کے لئے سو روپے تمھیں نہیں دیئے۔"

"ہاں ہاں میں جانتا ہوں، جوئے خانے والے معاملے کی پرده پوشی کے لئے دیئے ہیں۔" انور جلدی سے بولا۔

"ویکھو انور میں حق کہتا ہوں۔" آصف تیز لبجھ میں کچھ کہتے کہتے رنگ گیا۔

"میں حق بولنے والوں کی قدر کرتا ہوں۔" انور طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔

"کل رات کو رشیدہ بار بار دولت گنج کے پکڑ کیوں لگا رہی تھی؟"

"یہ اُسی سے پوچھ لیا ہوتا۔ بہت سعادت مند لڑکی ہے۔ فوراً آتا دیتی ہے۔"

"سعادت مند...! آصف ہونٹ بھینچ کر آہستہ سے بولا اور چند لمحے خاموش رہ کر کہنے

لگ۔ "اس بار تمہارا پچھا مشکل ہے۔"

"ارے...!" انور چوک کر بولا۔ "یہ تم نے کیسے کہا۔ کیا میں کچھ بیمار معلوم ہو رہا ہوں؟"

"رشیدہ کو بلاو۔" آصف میز پر گھونسہ مارتا ہوا بولا۔

"تمہارے باپ کی نوکر نہیں ہے۔" انور آصف کو گھوڑ کر بولا۔ "اس سے اگر تم ذرہ برایر

بھی بد تیزی سے پیش آئے تو اچھا نہ ہو گا۔"

پہلے تو آصف کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا لیکن پھر آہستہ آہستہ اُس نے اپنی حالت پر قابو پالیا۔ وہ جانتا تھا کہ انور ضدی آدمی ہے اور پھر بلا کا ذہن، وہ اُسے دھمکیاں تو ضرور دیتا رہتا تھا لیکن یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اُسے کچھ نوں کے لئے جیل بھجوا بھی دیا گیا تو اُس سے اُسے کوئی خاص نقصان نہ پہنچے گا لیکن اگر وہ شراحت پر آمادہ ہو گیا تو شہر کے درجنوں پولیس افسروں کی عزت کا جائزہ نکل جائے گا۔

"تو تم نے رشیدہ سے شادی کر لی ہے؟" آصف جھپٹی ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"شادی تو میرے باپ کی بھی نہیں ہوئی تھی۔" انور سمجھ رہا گی سے بولا۔

"تم جیسا حرام زادہ بھی آج تک میری نظر وہ سے نہیں گزر ل۔" آصف بے ساختہ فس کر بولا۔

"محفل خالی خولی رعب جمانے اور گالیاں دینے سے دوستانہ بے تکلفی پیدا نہیں ہوا کرتی۔

میرے تیس مار خاں۔" انور نے آصف کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھر کرنا اور باتیں بنانا تو کوئی تم سے سکھے۔" آصف کہنے لگا۔ "تم تو اچھے خاصے ایکثر بن گئے ہو۔"

"اور اگر زندگی بھر تم چیزے مہربان دوستوں کے ساتھ ہی زندگی گزارنا پڑی تو بہت جلد کر کیٹا۔ ایکثر بھی بن جاؤں گا۔" انور اپنی آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے بولا۔ "تم نے آج تک کوئی کام کی بات بھی...!"

"لیکن آج میں کام کی بات ہی ہتھے آیا ہوں تمہیں۔" آصف انور کا جملہ کامنے ہوئے کہنے

اگا۔ ”مگر تم اپنے متعلق ضرورت سے زیادہ خوش نہیں میں جتنا ہو۔“

”کیا مطلب...؟“ انور یا کیا سمجھیدہ ہو گیا۔

”مطلوب صاف ہے کہ تمہاری پوزیشن اس وقت ملکوں ہو چکی ہے اور تمہارے ماہی کے متعلق معلومات حاصل کی جا رہی ہیں کہ تمہاری چرب زبانی اور لاف زنی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ ساجدہ سے تمہاری دا بسکی اور دل چھپی بہر حال اس شہبہ کو اور مصبوط بنا سکتی ہے کیا خیال ہے تمہارا۔“ یہ کہہ کر آصف فاتحانہ اور بزرگانہ انداز میں انور کو گھورنے لگا۔

لیکن انور کی فطری شوخی اُس کی آنکھوں میں پھر عود کر آئی اور وہ اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگا۔ واہ واہ کیا دور کی کوڑی لائے ہو۔ میرا خیال پوچھتے ہو تو شاید یہ معلوم کر کے بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کہ مجھے ساجدہ سے کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ ایک مغدور عورت ہے۔ رشیدہ مجھ سے بہت زیادہ بے تکلف ہے، لیکن ایک دوست سے زیادہ اُس کی ذات سے خاصی دلچسپی ہوئی چاہئے۔ کیونکہ تمہارے خیال کے مطابق اُس۔۔۔ میر کی دلچسپی اور معلومات کے لئے دولت گنج کے اس قدر چکر لگائے۔۔۔ ہے نا۔۔۔ نئے صرف زبیدہ نامی اُس عورت سے ہمدردی ہے جو ارشاد کے بعد رضوان نامی ایک پُر اسرار آدمی کے اشاروں پر بھیل رہی ہے۔ کہو کیا یہ سب باتیں مجھے ارشاد کے قتل کے سلسلہ میں ملکوں بنانے کے لئے کچھ کم ہیں۔ مگر تم کیا سمجھو گے ان سب باتوں کو۔۔۔!“

آصف تقریباً بہوت سا ہو کر انور کی یہ باتیں سنتا رہا۔ پھر جیسے کی خیال سے چوکتے ہوئے ایک دم بول اٹھا۔ ”نہیں یہ سب غلط ہے ایک دم غلط۔۔۔ عین ممکن ہے کہ رشیدہ بھی اس پر اسرار سازش کا ایک مہرہ ہو۔ شاہد نے آج صحیح ٹیلی فون پر مجھے سب کچھ بتاویا ہے۔“

”ٹیلی فون پر۔۔۔ آج صحیح؟“ انور حیرت زده ہوتے ہوئے زیر لب بڑیوں اور پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”لئے بجے ٹیلی فون کیا تھا اُس نے؟“

”وس بجے۔“

یہ سن کر انور کسی گھری سوچ میں ڈوب گیا پھر چند سینٹ کے بعد چوکتے ہوئے بولا۔

”تعجب ہے کہ اُس نے کل رات ہی کو تمہیں اپنے شہبے سے کیوں نہیں مطلع کیا۔ وہ آج دس بجے تک کیا سوچتا رہا۔“

"واقعی یہ چیز قابل غور ہے۔" آصف نے کہا۔ "اچھا میں اس سے ٹلے کی کوشش کروں گا۔"

"شاید اب تم اس کی گرد کو بھی نہ پاسکو۔"

"کیوں؟"

"اگر ایسا ہو تا تو وہ فون کرنے کے بجائے خود تم سے ملتا۔" انور نے کہا۔

"ارے چھوڑو بھی ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اس کے باپ تک کو قبر سے نکال لاؤں گا۔"

آصف نے فخریہ انداز میں کہا۔

"کفن گھسوٹی کے علاوہ اور تم لوگوں کو آتا ہی کیا ہے۔" انور نے نہ اسامنہ بنا کر کہا۔

"خیر... خیر... میں تم سے پھر ملوں گا۔" آصف نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"سور و پوں کا اور انظام کر کے آتا۔" انور نے کہا۔

آصف جا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رشیدہ اٹھ کر انور کے پاس آئی۔

"کیا پوچھ رہا تھا؟" رشیدہ نے کہا۔

"کہہ رہا تھا کہ تم رشیدہ سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔"

"پھر تم نے کیا کہا....؟" رشیدہ نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کہاںی الحال مالی مشکلات میں بجا ہوں۔ شادی کا انظام کہاں سے کروں گا۔ اس پر وہ

سور و پے مجھے دے گیا ہے۔ لو انہیں اپنے پاس رکھو۔" انور نے کہا اور نوث رشیدہ کو دے دیئے۔

"ٹھیک ہتاو۔۔۔ یہ روپے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟"

"چور کی گرد کاٹ لی۔" انور مسکرایا۔

"یعنی....؟"

"آخر اس کی حرام کی کمائی میں میرا بھی توحہ لگنا چاہئے۔"

"اوہ....!" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "کہیں یہ لوگ جسمیں قتل نہ کرادیں۔"

"جسمیں اس سے کیا؟" انور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا میں اب جا رہا ہوں۔ واپسی پر میرے

لئے سگریٹ کا ذرہ اور دو ایک کتابیں خرید لیں۔"

"کہاں جا رہے ہو۔ میں بھی چلوں گی۔"

"ذرا ستلا کر کہا ہوتا۔" انور طنزیہ انداز میں بولا۔ "گودی میں چلوگی یا انگلی پکڑ کر پاؤں

پاؤں؟"

رشیدہ جیسپ گئی اور انور اسے گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

وہ آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا شاہد کے دفتر کی طرف جا رہا تھا۔

آفس میں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ کل بارہ بجے کے بعد سے آفس نہیں آیا۔ انور نے اس کے گھر کا پتہ معلوم کیا اور وہاں پہنچا۔ گھر میں اس کی بیوی اور بوڑھی ماں موجود تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ شاہد کل آفس گیا تھا لیکن اس کے بعد سے گھر نہیں آیا۔

"اور آپ لوگوں کو اس سے پریشانی نہیں ہوتی؟" انور نے اس کی بیوی سے پوچھا۔

"غالباً وہ کسی کار و باری ضرورت سے شہر سے باہر چلے گئے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ بغیر اطلاع چلے گئے ہیں۔ اس نے ہمیں کوئی خاص پریشانی نہیں ہے۔"

وہاں سے واپسی پر انور اس واقعے کے متعلق ایک بالکل ہی نئے زاویے سے سوچ رہا تھا۔

## کچھ نئی باتیں

سات نج گئے تھے انور جلدی سے گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے بہت کچھ سوچتا تھا۔ بالکل ہی الگ راستے پر۔ شاہد کے عجیب و غریب روئیے نے اس کے ذہن کو نہری طرح الجھادیا تھا۔ آخر وہ عائز کیوں ہو گیا۔ دو بجے رات کو اس کے گھر آگر رشیدہ کو دھمکیاں دینے کا کیا مطلب تھا۔ اس نے اپنے آفس سے فون پر کیوں گفتگو کی۔ بذاتِ خود کیوں نہیں ملا۔ انور انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا بازار سے گزر رہا تھا کہ اسے رشیدہ ایک بک نیال سے کتابیں خریدتی ہوئی دکھائی دی۔ انور بک نیال کے زینوں پر چڑھنے لگا۔ ابھی وہ دروازے ہی میں تھا کہ ایک برقد پوش عورت ہاتھ میں کچھ کتابیں دبائے ہوئے اندر سے نکل کر فٹ پاتھ پر اتر گئی۔ انور پلٹ پڑا۔ اس کی نظریں اس عورت کے پیروں پر تھیں۔ وہ اس کے سینڈل دیکھ کر چوک کپڑا۔ اندر سے رشیدہ نے اسے آواز دی لیکن وہ اس کی پرداہ کئے بغیر زینوں سے اتر کر برقد پوش عورت کے پیچے پیچے چلنے لگا۔ وہ کچھ گھبرائی ہوئی سی نظر آرہی تھی۔ اس نے دو ایک بار پلٹ کر انور کی طرف دیکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ایک طرف چلنے لگی۔ انور اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے پھر پلٹ کر دیکھا اور انور کو

اب بھی اپنے پیچھے دیکھ کر رفتار تیز کر دی اور پھر اچانک وہ سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک جیسی کا دروازہ کھول کر قریب قریب اُس کے اندر گردی پڑی۔ اُس نے کچھ کہا۔۔۔ انہن میں بھلی کی آواز پیدا ہوئی اور جیسی چل پڑی۔ اُس سے کچھ فاصلے پر ایک جیسی اور کھڑی ہوئی تھی۔ اور بے تھا ش اُس کی طرف بڑھا۔

”اُس جیسی کے پیچھے چلو۔“ اور جیسی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ وہ دروازہ بند کرنے ہی جا رہا تھا کہ رشیدہ بھی دھنس پڑی۔

”کیا ہے۔۔۔ کیا ہے؟“ اور جھلا کر بولا۔

”کچھ نہیں۔۔۔!“ رشیدہ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتی ہوئی پر اطمینان لجھ میں بولی۔ جیسی چل پڑی۔

انور بیزاری سے سامنے دیکھتا رہا۔ اُس کے ہونٹ کے گوشے خموڑی کی طرف جھک گئے تھے۔ رشیدہ ایسے بے نیاز انداز میں بیٹھی تھی جیسے انور سے اُس کی جان پچھان ہی نہ ہو۔

”آختر تم بعض اوقات اتنی احمق کیوں ہو جاتی ہو؟“ انور نے کہا۔

”اُس جیسی میں کون ہے؟“ رشیدہ ہونٹ بھیجن کر بولی۔

”میری نانی۔“

”تو وہ میری کون ہوئی؟“ رشیدہ نے بھولے پن کی ایکٹک کرتے ہوئے کہا۔ انور اُسے تیز نظر دو سے گھور کر رہا گیا۔

”اب تم لڑکیوں کے پیچے دوڑنے لگے ہو۔“ رشیدہ نے کہا۔ ”اور کیوں نہ ہو، وہ تھی بھی کافی خوب صورت۔“

”اچھا۔۔۔!“ انور زہریلے انداز میں بولا۔ ”اسی نے تم میرے پیچے لگ گئی ہو۔ تم نے ایک پیشہ ور بیوی کو مات کر دیا۔ دیکھو ہم دونوں صرف دوست ہیں اور بس۔۔۔!“

”تم کہیں ہو۔“ رشیدہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولی۔

انور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی نگاہیں بدستور سامنے والی جیسی پر جھی ہوئی تھیں۔ وہ جیسی سے پول ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ برقد پوش لڑکی اتر کر اندر چل گئی۔ انور نے بھی جیسی رکوائی اور چھپتا ہوا اُس کے تعاقب میں آگے بڑھا۔ رشیدہ اُس کے پیچے تھی۔ لڑکی کو ریڈور ہی

میں تھی کہ انور نے اُسے جالیا۔

”زبیدہ۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ لڑکی سہم کر رک گئی۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا اور چہرے پر سے  
نقاب المثلودی۔

”کیوں میرے بیچھے پڑ گئے ہو؟“

”اپنے کمرے میں چلو۔“ انور تکہمانہ لجھے میں بولا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور کیل سے کنجی انبار کر دروازہ کھولا اُس کے بیچھے اور اور رشیدہ  
بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ لڑکی نے سونچ آن کر کے دروازہ بند کر دیا اور خوفزدہ نظر وہیں سے  
اُن کی طرف دیکھنے لگی۔

”یہاں تمہیں اس ہوٹل میں رضوان نے منتقل کیا ہے۔“ انور نے پوچھا۔

”نہیں.... میں خود چلی آئی ہوں۔“

”کیوں....؟“

”نہیں بتاؤں گی۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟“

”بے وقوف لڑکی.... ابھی پولیس تم سے واقف نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے  
ہی یہ معاملہ ختم ہو جائے، مجھے تم سے ہمدردی ہے۔“

”مجھے ہمدردی سے نفرت ہو گئی ہے۔“ زبیدہ جھلا کر بولی۔

”ضد اچھی نہیں ہوتی۔“ انور نے کہا۔ ”رضوان کو تار جام کی پولیس نے حرast میں لے  
لیا ہے۔“

”لے لیا ہو گا۔ مجھے کسی بات سے دلچسپی نہیں رہ گئی۔“

”شاہد کو جانتی ہو؟“ انور نے پوچھا۔

”شاہد کو.... کون شاہد....؟ اوہ کل....!“ وہ کچھ اور کہتا چاہتی تھی کہ وفتا کسی نے  
دروازے کو دھکا دیا اور ایک کاغذ کا پر زدہ دروازے سے اندر آگرا۔ انور نے جھٹ کر کاغذ اٹھایا  
جس پر لکھا تھا۔

”خبردار ایک لفڑا بھی منہ سے لکھنے نہ پائے۔“

وہ جلدی میں اس کلڑے کو دیں پھینک کر باہر نکل گیا۔ کوریٹور سنان پڑا تھا۔ وہ تیزی سے

نیچے اتر۔ کافی دیر تک چھان بیٹن کر تارہا مگر کوئی سراغ نہ مل سکا۔ آخر تک ہار کروہ پھر زبیدہ کے کمرے میں لوٹ آیا۔ یہاں زبیدہ ایک کرسی پر آنکھیں پھاڑے بے حس و حرکت پیشی تھی۔ رشیدہ اُسے تحریر آمیز نظروں سے گھور رہی تھی۔

”وہ کون تھا....؟“ انور نے تند لپجھ میں پوچھا۔ زبیدہ چونک کر اُسے خوفزدہ نظروں سے

دیکھنے لگی۔

”میں نہیں جانتی۔“ اُس نے تیز سرگوشی میں کہا۔ ایسا معلوم ہوا ہے وہ خواب میں بول رہی ہو۔

”خیر.... خیر.... اگر تم نہیں بتاتا چاہتیں تو میں نہیں پوچھوں گا۔“ انور نے کہا۔

”لیکن کم از کم یہ تو بتائی دو کہ تم یہاں کیوں چلی آئیں؟“

”میں پھر بتاؤں گی.... اس وقت میرا دامغِ تھیک نہیں۔“

”اور تم یہاں خطرے میں بھی ہو۔“ انور نے کہا۔

”کیوں؟“ زبیدہ چونک کر بولی۔

”یہ تم بھھی بہتر سمجھ سکتی ہو۔“ انور نے کہا۔ زبیدہ بے بسی سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

”تمہارا یہاں سے ہٹ جانا بہتر ہے۔ چلو میں تمہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں۔“ انور نے کہا۔

”چلو....!“ زبیدہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ”لیکن میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں گی چاہے میری کھال

او حیڑ دو.... چاہے پھانسی پر چڑھا دو۔“

”میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔“ انور نے سمجھی گی سے کہا۔ نہ جانے کیوں اُس کی آنکھوں میں

آنوار کے آرہے تھے۔

رشیدہ نے اُسے تحریر آمیز انداز میں دیکھا۔ انور منہ پھیر کر اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش

کرنے لگا۔

تحوڑی دیر بعد وہ خاموشی سے نکلے اور ایک نیکی کر کے ایک طرف رو ان ہو گئے۔

انور نے اُس کا انتظام ایک چھوٹے سے غیر معروف ہوٹ میں کر دیا اور گھر لوٹ آیا۔ رشیدہ

اس دوار ان میں کچھ بولی نہیں۔ انور کا ذہن خیالات میں البحا ہوا تھا۔

”آج خلاف موقع تم بہت زیادہ انسان نظر آرہے ہو۔“ رشیدہ نے کہا۔

انور صرف اُس کی طرف دیکھ کر رہا گیا۔

"جس بناو کیا تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں چلک آئے تھے؟" رشیدہ مسکرا کر بولی۔

"تو پھر.... مجھے اُس سے ہمدردی ہے، پہلے وہ اپنے خالم چچا کے ہاتھوں پر بیٹان رہی۔ پھر اُسے دو آوارہ آدمی نکال لائے اور اب وہ ایک قائل اور سازشی کے ہاتھوں کٹھ پتی بن کر رہ گئی ہے۔ انسان کتنا مجبور ہے۔ ایک عظیم تاریکی میں رینگتا ہوا یہ حیر کیڑا کس طرح دوسروں کا پابند ہے اور دوسرے اس کے پابند ہیں۔ نہ جانے کب یہ بے بی ختم ہو گی اور یہ تاریکی دور ہو گی۔"

"واقعی تم اس وقت فلاسفوں جیسی باتیں کہ رہے ہو۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔

"آخر تمہیں ساجدہ سے کیوں ہمدردی نہیں۔ وہ بے چاری بھی تو یہ ہو گئی؟"

"اُسکے پاس اتنے قیمتی زیورات ہیں کہ وہ زندگی بھر کسی کی محنت نہیں ہو سکتی۔ انور نے کہا "کونہہ ہو گا۔" رشیدہ منہ بنا کر بولی۔ "مگر تم میرے لئے ہمیشہ حشی اور درندے بنے رہو گے؟" "تم بھی آزاد ہو۔ کسی کی پابند نہیں۔ تمہاری قسمت کسی دوسرے سے وابستہ نہیں ہے۔"

انور نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ دفعتاً وہ چونکہ پڑا۔

"بڑی غلطی ہوئی۔" وہ ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"کیا ہوا....؟"

"میں وہ کاغذ کا پر زہدیں چھوڑ آیا۔"

"بڑے عقل مند بننے تھے۔" رشیدہ قہقہہ لگا کر بولی۔

انور اسے غصہ بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

"کو میلے.... گذے میاں.... لو تے نہیں۔" رشیدہ منہ بنا کر ستلتا تی ہوئی بولی اور جیب سے کاغذ کا گلزار انکال کر انور کے سر پر رکھ دیا۔

انور نے اسے جیب میں رکھ لیا اور اٹھ کر ٹھلنے لگا۔

"آف فوہ.... نون گئے اور ہم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔" رشیدہ نے کہا۔

"میں کھانا نہیں کھوؤں گا۔"

"کیوں؟"

"میری خوشی۔"

"تمہیں کھانا پڑے گا۔"

"او بابا.... جاؤ بہاں سے، مجھے سوچنے دو۔"

"نبیس سوچنے دوں گی۔" رشیدہ نے کہا اور اُس کی نائی پکڑ کر اُسے اٹھا دیا۔  
دیکھو میں نے تمہیں کئی بار سمجھایا۔" انور چڑھ کر بولا۔

"ایک بار اور سمجھادو۔"

انور نے رشیدہ کے گھومنگریا لے بال اپنی مشی میں جکڑ کر دو تین جھنکے لگادیے۔ رشیدہ کی بہلی بہلی جنین نکل گئیں۔ وہ بسور کر انور کو گھورتی رہی اور انور میز پر سر اونٹھا کر کے بیٹھ گیا۔  
میں کھاتا کھانے جا رہی ہوں۔ اس کے بعد فلم دیکھنے جاؤں گی۔ ساتھ نے .... کہنے ....  
وحشی .... درندے۔" وہ بڑی بڑی ہوئی کرے سے باہر نکل گئی۔

انور نے اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُس کاغذ کے پر زے کو میز پر رکھے گھور رہا تھا۔ وہ کافی دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ انور نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اسکے آصف اندر داخل ہوا۔ وہ آتے ہی نہایت بے تکلفی سے آرام کری میں گر گیا۔

"بھنی چاٹے پڑاؤ۔" آصف اپنی نائی کی گردھ حملی کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا... کیا یہ کوئی ہوٹل ہے .... یا ....!"

"تمہاری مگبرتی کہاں گئی ... کیا وہ اس وقت اتنا بھی نہ کر سکے گی؟"

"تو کیا تم اسی طرح اپنے سوروپے دصول کرو گے؟" انور نے کہا۔ "اچھا کل سے کھاتا بھی میرے ساتھ ہی کھانا۔"

"یار تم بھی شد اوث پانگ بانگتے رہجے ہو۔"

"اچھا اب تمہاری شان میں قصیدے پڑھا کروں گا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ابھی کھاتا نہیں کھایا۔" آصف جنپی ہوئی ٹکسی کے ساتھ بولا۔  
یہ حقیقت ہے۔" انور سمجھدی گی سے بولا۔" رشیدہ تو جکڑ کر فلم دیکھنے چلی گئی ہے اور روپے اُسی کے پاس ہیں۔"

"تو پھر اب تم کیا کرو گے؟"

"پاؤ بھر شکر چانک کر ایک گلاں سختہ اپنی پی لوٹگا۔ اس سے رات کو خاصی اچھی نیند آتی ہے۔"

"چہ چہ....!" آصف متاسفانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "تم نے اپنی زندگی برپا کر لی۔ میں اکثر افسوس کرتا ہوں۔ اتنا ذینین اور قابل آدمی اسکی وابستہات زندگی بسرا کر رہا ہے۔"

"شکریہ.... شکریہ۔ اسکی باتیں کسی دسویں درج کے طالب علم کے لئے اخبار کو۔"

"اچھا اچھا انھوں چلو.... میں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا۔" آصف نے اٹھنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں شکریہ۔" انور نے بے رنجی سے کہا۔ "تم جس کام کے لئے آئے ہو کہہ چلو۔"

"میں ایک دلچسپ خبر لایا ہوں۔"

"وہ یقیناً غیر دلچسپ ہو گی۔"

"خبر ہو گا۔" آصف جلدی سے بولا۔ "اُس ہیرے کی کان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

"فرماز.... چار سو میں....!" انور سگریٹ سلاکتا ہوا بولا۔

"آج میں نے یہیں تین ایسے آدمیوں کا پڑ لگایا جو اُس کان میں اپناروپیہ لگائے ہوئے تھے اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ ارشاد انھیں کچھ تحوڑا بہت منافع بھی دے چکا تھا اور یہ بات تو جانتے ہی ہو کہ جو تحوڑے بہت ذرات اس کان سے نکلے تھے ان کی قیمت ہی کیا ہو سکتی ہے پھر یہ منافع کہاں سے آئے گا۔ اور پھر سیٹھ اطہر کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اُس کان کے صرف تین حصے دار تھے۔ ارشاد، دھارا سنگھ اور وہ خود۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارشاد ان سب کا روپیہ ہضم کرتا رہا۔"

"میرے لئے یہ اطلاع بہت پرانی ہو چکی ہے۔" انور دلکش لمحہ میں بولا۔

"خیر خیر....!" آصف جیپنی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "دوسری اطلاع پر تم یقیناً اچھل پڑو گے۔"

"اچھلنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ خیر بیان کرو۔"

آصف نے جیب سے ایک ناچ کیا ہوا کاغذ نکال کر انور کی طرف پڑھا لیا۔ انور اسے لے کر پڑھنے لگا۔

"بیمارے ارشاد!

اب عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں نے تمہاری ضرورت پر تمہیں میں ہزار روپے دیے تھے۔ میں نے شاہد کو ابھی تک اسی دھوکے میں رکھا کہ رد پے میرے پاس محفوظ ہیں۔ مگر

وہ اب شدت سے تقاضا کر رہا ہے جس طرح ممکن ہو روپے مہیا کرو۔ اُسے شاید ہمارے تعلقات پر بھی شہر ہو گیا ہے۔ بدھ کے دن وہ کہیں باہر جا رہا ہے۔ میں تمہیں اُس دن تاریخ میں ملوں گی تم روپے مہیا کر کے وہاں موجود رہتا اور کیا لکھوں۔ کل میرے ماتھے پر سخت چوت آگئی ہے، بہت تکلیف ہے، اچھا تو اب تاریخ میں ملاقات ہو گی۔“

نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ انور خط ختم کرنے کے بعد آصف کی طرف دیکھنے لگا۔  
”کیا سمجھے؟“ آصف مسکرا کر بولا۔

”تم شاید یہ کہتا چاہتے ہو کہ یہ خط شاہد کی بیوی کا ہے؟“ انور نے کہا۔

”قطیعی میں نے اُس کے ماتھے پر آج پٹی بند ہی ہوئی دیکھی ہے۔“ آصف نے مسکرا کر کہا  
”لیکن تمہیں یہ خط ملا کہاں سے؟“

”ارشاد کے گھر میں۔ آج سچ میں نے اُس کے گھر کی حلاشی لی تھی۔“

”بڑا حق تھا کہ ایسے خط کو جس سے اُس کے اور شاہد کی بیوی کے جنسی تعلقات ثابت ہوتے ہیں اپنی بیوی کو نظر پڑنے کے لئے گھر میں ڈال تیا۔“  
”انفصالات ہیں۔“

”اس کا غذہ پر کسی قسم کے نشانات بھی ملے؟“ انور نے پوچھا۔

”اگر نہ ملتے تو میں اس خط کو اہمیت نہیں دیتا۔ یہ دیکھوا ایک تو یہ نشان کتنا واضح ہے شاید انگلی میں تھیل یا کوئی دوسری چیز گلی ہوئی تھی۔ یہ نشان شاہد کی بیوی کی انگلی کا ہے۔“

”اس کے علاوہ کوئی اور نشان؟“ انور نے پوچھا۔

”نہیں اور کوئی نشان نہیں۔“

”تو اس کا یہ مطلب کہ یہ خط ارشاد کے ہاتھ ہی نہیں لگا ورنہ اُس کی انگلیوں کے نشانات اس پر ضرور ہوتے اور یہ کاغذ اس قسم کا ہے کہ اس پر ہلکی سی گرفت بھی خاصے اچھے نشانات چھوڑ سکتی ہے۔ اگر یہ خط ارشاد کے ہاتھ نہیں لگا تو اس کا یہ مطلب کہ وہ اُس کے گھر تھی کے پتہ پر آیا جو قطعی ناممکن ہے۔ ایک ایسا خط جس میں اس قسم کے تعلقات کا اعتراف ہو، اتنی لاپرواٹی سے نہیں بھیجا جا سکتا۔ اچھا ایک دوسری بات.... اور اگر یہ خط ارشاد کے ہاتھوں تک نہیں پہنچا تو وہ پروگرام کے مطابق تاریخ میں پہنچ گیا۔ اور دھارا سنگھ وغیرہ سے میں ہزار کا تقاضا کیا۔“

"یار تم ہمیشہ معاملے کو الجھادیتے ہو۔" آصف مت سکوڑ کر بولا۔

"تم معاملہ ہی ایسا لاتے ہو جو خواہ خواہ الجھ جاتا ہے۔" انور مسکرا کر بولا۔ "غائب تم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ارشاد اور شاہد کی بیوی کے جنسی تعلقات تھے، ارشاد نے اُس سے میں ہزار روپے قرض لئے جو اُس نے اپنے شوہر سے چھپا کر ارشاد کو دیئے تھے۔ اس دوران میں شاہد کو ان کے تعلقات کا علم ہو گیا اور دھار اشٹھ لواس بناء پر قتل کیا گیا کہ اُسے خود کشی میں شہید ہی نہیں تھا بلکہ اُس نے کچھ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا تھا۔"

"قطعی.....!" آصف خود اعتادی کے ساتھ بولا۔ "میں نے یہی رائے قائم کی ہے۔"

"تواب تم اس خیال کو دل سے نکال دو۔ ورنہ بچوں کی تفریح کے لئے کسی عابث خانے میں رکھ دیئے جاؤ گے۔" انور مسکرا کر بولا۔

"یکن یہ خط.....؟" آصف جھنجلا کر بولا۔

"گوئی ان بے چاروں کو خواہ خواہ پھنسانا چاہتا ہے۔" انور نے کہا۔ "ایک سادے کاغذ پر اُر اتفاق سے میری انگلیوں کے نشانات پڑ جائیں تو تم اسے حاصل کر کے میری طرف سے ان پر ایران کے وزیر اعظم رزم آرا کے قتل کا اقرار نامہ ناپ کر ڈالو تو کیا میں محض اس بناء پر رزم آرا کا قائل قرار دیا جاؤں گا کہ اس کاغذ پر میری انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ عقل کے ناخن لو میاں اسکے لئے مگر اللہ نے تمہیں ناخن دیئے تھی نہیں۔"

آصف جھینپ کر اپنی گنجی کھوپڑی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اوہ نہ ہو گا.....!" آصف اکتائے ہوئے لبھے میں بولا۔ "میں شاہد کی بیوی کا وارث کرنے کی فتاری نکلوار ہوں۔"

"شوہق سے، یکن تمہیں صرف مایوسی ہو گی۔"

"تو پھر شاہد عاشر کیوں ہو گیا؟" آصف نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ کسی کام کے لئے باہر چلا گیا ہو۔ وہ اکثر اسی طرح گھر میں اطلاع دیئے بغیر باہر چلا جاتا ہے۔"

"یہ بات کی طرح حق سے نہیں آتی۔" آصف واہ۔

"تو ایک گلاس خند اپنی پی کر آرام سے سور ہو۔"

آصف خاموش ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر بیزاری کے آثار پھیل گئے تھے۔ وہ تو یہ سمجھ کر آئی تھا کہ آج انور اُس کی عظمت کا ضرور قائل ہو جائے گا۔ مگر اُس نے تو بساطتی الٹ دی۔

"تاریخ کی کوئی خنی اطلاع؟" انور نے پوچھا۔

"رضوان اب واپس آگیا ہے، وہاں کی پولیس اُس سے مطمئن ہو گئی ہے، اب سینہ اطبر حرast میں ہے اور کچھ تجھب نہیں کہ تمہاری طرف بھی حملہ ہو، وہاں پولیس نے تمہرے دادا ساجدہ کے گذشتہ تعلقات کے متعلق معلومات فراہم کر لی ہیں۔"

"جس دن ایسا ہوا اُسی دن تاریخ کے کوتولی اتھارج صاحب سر کے مل کھڑے مر نے کی بولی بول رہے ہوں گے۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں آں...!"

"اور اُس عورت کا کیا ہوا؟ جس کے متعلق وہاں کی پولیس رضوان سے معلومات حاصل کر رہا چاہتی تھی؟" انور نے پوچھا۔

"اس پر کچھ زیادہ زور نہیں دیا گیا اور یہ چیز کچھ اسکی بھی نہیں معلوم ہوتی۔" آصف نے کہا۔

"رضوان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟" انور نے پوچھا۔

"پہلے ضرور مشتبہ تھا مگر اب اس خط کی موجودگی میں" آصف کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس خط کی موجودگی میں تم شاہد اور اُس کی بیوی کو پھانسی پر چھواد د گے؟" انور بیزاری سے بولا۔

"آخر تم شاہد کے حق میں کیوں بول رہے ہو۔ جب کہ اُس نے تمہیں پہنچانے کی کوشش کی تھی؟" آصف نے کہا۔

"میں اُس کے حق میں نہیں بول رہا ہوں۔ ملکہ اُس معاملے پر ہر پہلو سے غور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"تم اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہو؟" آصف نے کہا۔

"یقیناً...!"

"کیوں...?"

"یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے۔ میرا پیشہ بھی ہے۔ میں یہاں کے جرائم میں دلچسپی نہ لوں

کا تو کیا اس کے لئے مہاتما بده دوبارہ پیدا ہوں گے؟"

"تم انچنانی عیار آدمی ہو۔ میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں۔"

"کیوں....؟" انور نے کہا۔

"تمہارے اور ساجدہ کے گذشتہ تعلقات....!" آصف کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اور گذشتہ

کیوں؟ ممکن ہے اب بھی قائم ہوں؟"

"بہت ممکن ہے۔ انور اُسکی آنکھوں میں دیکھ کر شراحت آئیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تمہاری تمہ سک پہنچنا بہت مشکل ہے۔" آصف نے کہا۔

"یقیناً مشکل ہے۔" انور نے کہا۔ "مگر تمہ سک پہنچنے کی کوشش سے باز نہیں آتے۔ جب

بھی یہاں کوئی خاص تمہ کا کیس ہو جاتا ہے تم میری تمہ سک پہنچنے میں مشغول ہو جاتے ہو اور میں

اس جرم کی تمہ سک پہنچ کر کوڑیاں اور گھوٹکے بنور لاتا ہوں۔ کوڑیاں خود رکھ لیتا ہوں اور گھوٹکے

تم سمیت لے جاتے ہو۔ آخر ہونہ گھوٹکے۔"

"کہہ لو برخوردار....!" آصف بزرگانہ انداز میں بولا۔ "تم یہ بھی نہیں دیکھتے کہ میں عمر

میں تم سے کتنا بڑا ہوں۔"

انور بُر اسامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

انتہے میں رشیدہ آندھی اور طوفان کی طرح کرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے ہاتھ میں ناشستہ تھا۔

"تمہارا کھانا۔" اُس نے ناشستہ دان میز پر رکھتے ہوئے کہا اور کرے سے چلی گئی۔

"تم کہہ رہے تھے کہ فلم دیکھنے کی ہے؟" آصف بولا۔

"نہ گئی ہو گی۔" انور لاپرداں سے بولا۔

آصف نے انھے کرنا شستہ دان کے ذبے نکالے اور انہیں میز پر پھیلاتا ہوا بولا۔ "آؤ بھائی۔"

"خیر وہ سور و پے حال کے بغیر میں خود نہ کھاؤں گا۔" انور نے اپنی کرسی میز کے قریب

کھکھاتے ہوئے کہا۔

دونوں کھانے میں مشغول ہو گئے۔

"تم آخر اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟" آصف نے کہا۔

انور منہ چلاتے چلاتے رک کر اُسے گھورنے لگا۔ آصف سر جھکائے بوتا رہا۔ "دنیا اس تم

کے معاملات کو مخلوق نگاہوں سے دیکھتی ہے اور یہ ہے بھی نبڑی بات، لاکھ تم اسے بہن سمجھتے ہو مگر دنیا...!“

”میں اسے قطعی بہن نہیں سمجھتا۔“ انور گھوڑ کر بولا۔ ”تم لاگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“  
مگر وہ رشیدہ کے بجائے رشید ہوتی تو کیا میں اسے بھائی سمجھتا؟ دنیا... دنیا... کیا رث رہے ہو۔  
میں بھی اس دنیا کا ایک فرد ہوں اور میں نے کبھی خود کو مخلوق نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ کھانا کھاؤ  
کھانا۔ یہ مسائل تصوف نہیں ہیں کہ تم آسانی سے سمجھ لو۔“

”خیر بھی تھا ری مرضی۔ سمجھا، میرا فرض ہے۔“ آصف نے اپنے حلقوں میں پھنسنے ہوئے  
نوالے کوپانی سے دھکیلتے ہوئے کہا۔

## رضوان کی دھمکی

آصف کے چلے جانے کے بعد انور دروازہ بند کرنے کے لئے انھیں رہا تھا کہ رشیدہ پھر  
گھس آئی۔

”یہ لو اپنے روپے۔“ اُس نے کئی نوٹ انور کے منہ پر پھینک مارے اور جانے کے لئے  
مزدی۔ انور نے اُس کا بازو کپڑا لیا۔

”کیا گھوڑے گئیں؟“ اُس نے انتہائی رومانٹک انداز میں پوچھا۔

”چھوڑو...!“ وہ بیزاری سے بولی۔ ”میں نہیں بات کرتی وحشیوں سے۔“

”تو تم نے یہ روپے کیوں واپس کر دیئے؟“

”میری خوشی... میں نہیں رکھنا چاہتی۔“

”تو اب مراج سیدھے نہیں ہوں گے؟“ انور تیز لمحے میں بولا۔

”نہیں...!“ وہ اُس سے سخت لمحے میں بولی۔

”تم شاید یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تم سے عشق ہے؟“ انور ہونٹ بھینچ کر بولا۔ ”میں ساری رات  
ترپ ترپ کر گزار دوں گا؟“

”نہیں میں یہ سمجھتی ہوں کہ تم خود غلط فہمی میں جاتا ہو۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم پر کئی ہزار

جان سے عاشق ہوں۔ ذرا اپنی صورت تو دیکھو۔” رشیدہ نے کہا اور ہاتھ چھڑا کر باہر چلی گئی۔ انور نے اس انداز سے دروازہ بند کر لیا جیسے وہ اُس کی تعریف کر کے گئی ہے۔ اُس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ وہ پھر میز کے قریب آ کر بینچ گیا۔ جیب سے وہی کاغذ کا پر زدہ نکالا اور اُس پر نظریں جھاویں۔ میز کی دراز کھول کر اُس میں کچھ کاغذات اور نکالے۔ ابھی وہ انہیں میز پر رکھ بھی نہ پایا تھا کہ دروازے پر دستک ہوتی۔

”کون ہے؟“ انور جھنگلا کر چینا۔

”رضوان....!“ باہر سے آواز آئی۔ انور نے گھری دیکھی گیراہ بچ رہے تھے۔ اُس نے کاغذات پھر میز کی دراز میں رکھ دیئے اور انہی کر دروازہ کھولتے ہوئے کچھ بڑا بڑا۔ رضوان کے ساتھ ساجدہ بھی تھی۔ انور ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ دونوں کمرے میں آئے۔ انور انہیں استفہامی نظروں سے گھور رہا تھا۔

”تم نے مجھے اُس لڑکی کے بارے میں کہوں نہیں بتایا تھا....؟“ ساجدہ نے انور سے پوچھا۔

”کیوں بتاتا۔“ انور بولا۔

ساجدہ خاموش ہو گئی۔ وہ تھری آمیز انداز میں منہ بنائے گھری تھی۔ رضوان ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اُس نے ساجدہ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اُس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت کسی قسم کے تکلفات کے لئے تیار نہیں۔

”میں زبیدہ کا پہلو پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔“ رضوان انور کو گھورتا ہوا بولا۔

”اچھا تھی۔“ انور شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

”زبیدہ کہاں ہے؟“ رضوان نے پھر پوچھا۔

”اس کوٹ کی جیب میں۔“ انور نے کھونتی پر لکھے ہوئے کوٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اس کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔“ رضوان گرج کر بولا۔

”آہستہ بولو۔ پڑوس کے لوگوں کی نیند میں خلل پڑ جائے گا۔“ انور نے کہا اور سگریٹ سلاکنے لگا۔

”میں دوسرا طریقہ بھی استعمال کر سکتا ہوں۔“ رضوان سخت لمحہ میں بولا۔

”تیسرا چوتھا اور پانچواں بھی استعمال کر سکتے ہو۔“ انور نے لاپرواں سے کہا اور دھوئیں کے

پلے پلکے دائرے منہ سے نکالنے لگا۔

"تم آخر بتا کیوں نہیں دیتے؟" ساجدہ بولی۔

"کیوں؟ تمہیں اُس سے کیا دچپی...!"

"ارشاد کے کچھ کار و باری کاغذات اُس کے پاس ہیں۔" ساجدہ بولی۔

"خیر میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔" انور نے کہا۔ "میں خود اُس کی تلاش میں ہوں۔"

"کیوں....؟" رضوان نے پوچھ کر کہا۔

"اس لئے کہ میں تم پر ان غواہا کا مقدمہ چلوانا چاہتا ہوں۔" انور پر سکون لجھے میں بولا۔

"بے کار مت بکو۔" رضوان بیزاری سے بولا۔

"اور مجھے یہ بھی دیکھتا ہے کہ تم اُسے ارشاد کے سر کیوں منڈھنا چاہئے تھے جب کہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ اُس سے شادی نہیں کرے گا اور دوسرا چیز یہ کہ جوبات تم نے پولیس سے چھپائی تھی ساجدہ پر کیوں ظاہر کر دی اور اب سے زیادہ اہم بات تو یہ ہے کہ ساجدہ کے اور تمہارے تعلقات اس کے بعد بھی خوشنگوار نظر آرہے ہیں حالانکہ ساجدہ کو تم سے اس بنا پر تنفس ہوتا چاہئے کہ تم اس کے شوہر کو ایک عورت کے پھندے میں پھنسائے ہوئے تھے۔"

"یہ ہمارے نجی معاملات ہیں۔ تمہیں اس سے کیا غرض۔" ساجدہ بگڑ کر بولی۔

"میں بھی تو کبھی تمہارے نجی معاملات میں دخیل رہ چکا ہوں۔" انور مسکرا کر بولا۔

ساجدہ جھینپ کر دوسرا طرف دیکھنے لگی اور رضوان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"دیکھو میں کہتا ہوں کہ اُس کا پتہ ہتا دو۔" رضوان نے کہا۔

"تم اُس سلسلے میں پولیس کی بدلے سکتے ہو۔"

"تم آخر اتنے درندے کیوں ہو۔" تمہیں مجھ پر رحم کیوں نہیں آتا۔...؟" ساجدہ بولی۔

"اُسے درندہ بنایا کس نے؟" دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ رشیدہ دروازے کے قریب کھڑی ہانپ رہی تھی۔

"چہ چہ....!" انور منہ بنا کر بولا۔ "تم جا کر سو جاؤ۔"

"نہیں جاتی۔" رشیدہ گرج کر بولی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

”ابی محترم...؟“ رضوان نے آہت سے پوچھا۔

”نہیں...!“ انور بیز اری سے بولا۔ ”ہاں اور کیا بات ہے؟“

”اور کوئی بات نہیں۔“

”اچھا... اچھا...!“ انور جلدی سے بولا۔ وہ جب بھی طے گی میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔  
اپنا پتہ لکھ دو۔ میں فلیٹ نمبر بھول گیا اور فون نمبر بھی لکھ دینا۔

انور نے اس کی طرف کاغذ اور قلم بڑھا دیا۔ رضوان پہنچا اُسے حیرت تھی کہ یک یہک انور  
اتما مخصوص کیوں بن گیا۔

”مگر... مگر...!“ رضوان نے کچھ کہتا چاہا۔

”واقعی...! میں خود اس کی تلاش میں ہوں۔“ انور بولا۔

رضوان لکھنے لگا۔

”ٹھہر دو...!“ انور ہاتھ اٹھا کر بولا۔

رضوان رک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تم نے اردو کو علاقائی زبان قرار دیئے جانے والے قارم پر دستخط کیے ہیں یا نہیں؟“ انور  
خجیدگی سے بولا۔

”ہاں.... کیوں....؟“

”اور پھر بھی تمہیں اگر بیزی میں پتہ لکھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟“ انور شراحت آمیز  
مکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ رضوان جھٹا کر بولا اور کاغذ کے ٹکڑے اُسکی طرف ڈال دیئے۔

انور لاپرواں سے کوئی اثر لئے بغیر سگریٹ پیتا رہا۔

”آؤ چلیں...!“ رضوان ساجدہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ساجدہ کھڑی ہو گئی دونوں  
دروازے کی طرف بڑھے۔

”تمہارا دیوبانہ پن سکی ہاتھ کھڑک کریں گے۔“ رضوان جاتے جاتے مزکر انور کو مکاکھاتا  
ہوا بولا۔

”سردیوں میں دستانے استعمال کیا کرو۔ تمہارے ہاتھ کا نپ رہے ہیں۔“ انور مسکرا کر بولا

اور داد طلب نکا ہوں سے رشیدہ کی طرف دیکھنے لگا۔

تحوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر رشیدہ انٹھ کر جانے لگی۔

"نہ ہو۔" انور اپنی آواز کو بار عب بنا نے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ رشیدہ رک گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گئی۔

"تمہارا منہ کیوں پھولتا ہوا ہے؟"

"تم سے مطلب...؟"

"اب سید گی ہو جاؤ کھال اور حیر دوں گا۔"

"میرے بھی ہاتھ ہیں اور میں نے بھی ایک ہنڑ خریدا ہے۔" رشیدہ نے کہا۔ "میں جو کہتی ہوں کسی دن مارتے مارتے ادھ مر اکر دوں گی۔"

"شباش شباش" انور بچوں کی طرح تالیاں بجا تا ہوا بولا۔ "میں اس وقت تم میں ایک بچی عورت دیکھ رہا ہوں۔ بھلا بھاؤ مردوں مجھ سے کہتے ہیں کہ میں تم سے شادی کروں۔ اگر تم میری بیوی ہو تو میں تو دم دبا کر بیٹھ جاتیں اور میں نفرت کے مارے جسمیں ایک بخوب کر ریس کر دیتا۔ جاؤ جا کر سو جاؤ۔"

"نہیں جاتی۔" رشیدہ نے تکمانتے لبھے میں کہا۔ "تم اس سے اردو میں پڑے کیون لکھوار ہے تھے؟ یہ کیا حماقت تھی؟"

"حماقت....؟" انور چونک کر بولا۔ "میا تمہیں وہ پرچہ یاد نہیں جو کسی نامعلوم آدمی نے زبیدہ کے کمرے میں پھینکا تھا....؟"

"اوہ.... تو تمہیں اس پر شبہ تھا اور تم تحریر ملانے کے لئے اس سے اردو لکھوار ہے تھے؟"

"بہت دیر میں سمجھیں۔" انور نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر رشیدہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"زبیدہ سے کیا باقی ہوئی؟"

"میا مطلب....؟" رشیدہ چونک کر بولی۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوں۔"

"عورت مرد سے زیادہ کھوجی طبیعت رکھتی ہے۔ تمہیں اس سے ملے بغیر جیسی پڑھی نہیں سکتا تھا۔ تم کھانا کھانے کے بعد فلم دیکھنے کی بجائے وہاں چلی گئیں.... خیر.... لیکن تمہیں اس

وقت وہاں نہ جانا چاہئے تھا۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ مجرم اُس کی حلاش میں ضرور ہو گا۔“ انور نے کہا۔ ”خیر چھوڑو، اُس سے کیا باتیں؟ دیکھیں؟“

”تمہارے پڑے آنے کے بعد اُس نے ارشاد کے متعلق چھان بین کی اور اُسے اصلیت کا علم ہو گیا تو دل شکست ہو کر سعید منزل سے ہے پول ہوٹل میں خلی ہو گئی اور پھر دوسرے دن اخبار میں ارشاد کے قتل کے متعلق پڑھا۔ ان سب حادثات نے اُسے تقریباً محبوب الحواس کر دیا ہے۔“

”تم نے اُس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ پرچہ کس نے پھیکا تھا...؟“  
”اُس نے کہا کہ وہ نہیں جانتی۔“

”رسو...!“ اُس نے بڑے پیار سے رشیدہ کو مخاطب کیا۔

”کیا...؟“ رشیدہ نہم باز آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

”تم بالکل گدھی ہو۔ اگر وہ اس طرز تحریر کو پہچانتی نہ ہوتی تو بدحواس کیوں ہو جاتی۔“  
”میں بھی اتنا سمجھتی ہوں۔“

”تو پھر تم اُس کے کہنے میں کیوں آگئیں؟“

”وہ اسی پر اڑی رہی میں کیا کرتی۔“

”خیر... اور کچھ؟“ انور سکریٹ سلکاتا ہوا بولا۔

”اور کچھ نہیں۔“ رشیدہ جھاتی لگتی ہوئی بولی۔ ”یہ آصف اُس وقت کیوں آیا تھا؟“

”ایک بالکل نئی اطلاع لے کر، اپنی دانست میں اُس نے برا ہی مارا تھا۔“ انور نے کہا اور

سارے واقعات بتا دیے۔

”ممکن ہے وہ خط شاہد کی یہودی ہی کا ہو۔“ رشیدہ بولی۔

”بات کوئی سمجھتی نہیں۔ ایک ناپ کیا ہوا کاغذ جس کے نیچے دستخط بھی نہ ہوں محض انگلی کے نشان کی بناء پر اُس کا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خط کھنک رازداری ہی کے خیال سے بیجا جاسکتا ہے۔ اچھا اگر رازداری کے خیال سے سمجھنے والے نے ہاتھ سے لکھنے کی بجائے اُسے ناپ کیا اور نیچے اپنے دستخط بھی نہیں کیے تو کیا وہ ایسا حق ہو سکتا ہے کہ اسی خط میں ایک

اسکی غلطی کر جائے جو ایک نا سمجھنے کی نظر میں بھی اُسے رازد رہنے دے؟“  
”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔“

”اُس خط میں کھلم کھلا شاہد کا تذکرہ تھا اور وہ بھی اس انداز سے کہ ایک نخساں پچھے بھی پڑھ کر یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ شاہد کی یہوی کا خط ہے۔“

”تو تم شاہد کو مجرم نہیں سمجھتے؟“ رشیدہ نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ زبیدہ کے کمرے میں جس وقت وہ پرچہ گرا تھا شاہد ہی کا تذکرہ ہو رہا تھا اور وہ اس پر کچھ کہے بھی جا رہی تھی۔“

”تمہاری یاد و اشت بہت اچھی ہے۔“ انور بولا۔ ”وہ چیز میرے ذہن میں ہے مگر میں محض اسی بناء پر کوئی حقیقی فیصلہ نہیں کر سکتا اس صورت میں شاید میں اُسی نتیجے پر پہنچتا۔ اگر درمیان میں یہ شاہد کی یہوی والا خط نہ فیک پڑتا۔“

”تو پھر اب رضوان ہی رہ جاتا ہے۔“ رشیدہ نے کہا۔

”کیوں سینہ اطہر کیوں نہیں۔ اُسے بھی تو ارشاد کی ذات سے کافی نقصان پہنچا ہے یا اور دوسرے لوگ جن کا سرمایہ اُس ہیرے کی کان میں لگا ہوا تھا۔“

”رضوان کا نام میں ایک خاص مقصد کے تحت لے رہی ہوں۔“ رشیدہ نے کہا۔ ”ساجدہ فطرتاً اوپاش واقع ہوئی ہے۔ ممکن ہے رضوان سے تعلق ہو گیا ہو اور رضوان نے ارشاد کو اپنے گھر سے ہٹانے کے لئے اُسے ایک عورت کے پھندے میں پھسا کر خود ساجدہ کے ساتھ ٹھکرے لے لائے کی راہ نکال لی ہو۔ پھر مستقل طور پر یہ کاٹا گا کاٹنے کے لئے اُسے قتل ہی کر دیا ہو۔ اگر میرا خیال درست ہے تو ساجدہ بھی قتل کی سازش میں شریک معلوم ہوتی ہے۔ اُس نے شہر کے ایک بہترین ماہر جرائم کی خدمات حاصل کیں۔ تاکہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ اُس کے شوہر کی دماغی حالت درست نہیں تھی۔ اس لئے اُس نے خود کشی کر لیں گے لیکن نہ اہو! اس ماہر جرائم کا کہ اُس نے اس خود کشی کو قتل ثابت کر دیا....!“

انور بولے سکون سے رشیدہ کی گفتگو سن رہا تھا۔ اُس کے خاموش ہتھی مسکراتے گا۔

”تم بہت ذہن ہو رشو۔“ وہ پیار بھرنے لجھے میں بولا۔ ”لیکن میرا دل چاہتا ہے میں سچے سچے تمہاری کھال اور حیزد دوں۔“

”کیوں....؟“

”تم نے مجھے ایک خنی بھجن میں جلا کر دیا ہے۔“

”کیسی بھجن؟“

”بھی کہ قائل نے دونوں فائز چہرے پر کیوں کیے تھے؟“ انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”اس وقت نہ جانے میرا ذہن آئینہ ہو رہا ہے۔“ رشیدہ بولی۔

”وہ تجھی میں نے تمہارے بال پکڑ کر جھٹکے جو دیے تھے۔ اگر کہو تو اور آئینہ کر دوں؟“ انور مسکرا کر بولا۔

”بے تحاشہ باتا کی چیل سے پینٹا شروع کر دوں گی۔ ساری وحشت نکل جائے گی۔“

”اور یہ فلکس کے جوتے دیکھے ہیں تم نے؟“

”اعیاط سے رکھو انہیں جب یہ سورپے فتحم ہو جائیں تو انہیں ابال کر پینا۔“ رشیدہ منہ بنا کر بولی۔ ”خیر چھوڑو میں یہ کہہ رہی تھی کہ اس دونالی بندوق میں لگے ہوئے دونوں کارتوں چھوٹے چھروں والے تھے۔ ظاہر تھے کہ اگر وہ جسم کے کسی اور حصے پر چلائے جاتے تو اس سے فوراً موت واقع ہوتی اور ارشاد میں زخمی ہو جانے کے باوجود بھی جدوجہد کی قوت باتی رہتی۔ ممکن ہے اس طرح قائل پکڑ لیا جاتا۔ لہذا اُس نے اُس کے چہرے پر فائز کر کے اُسے انداز کر دیا اور پھر بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد اُس نے اُس کا گلا گھونٹ کر اُسے فوراً ہٹھڈا کر دیا ہو۔ بھی تو پوست مارٹم کی روپورث نہیں آئی۔“

”رشو! واقعی تم اس وقت کمال کر رہی ہو۔“ انور مسکرا کر بولا۔ ”میں تمہاری عزت نہ کرتا ہوتا تو یقیناً تم سے شادی کر لیتا۔“

”شادی تو ساجدہ سے کرتا۔ خالی ہو گئی ہے تا۔“

”مگر ساجدہ کو تم جیل خانے بھجو رہی ہو؟“

”اور کیا تم نج باؤ گے، ایک طرح سے تم بھی ارشاد کے قائل ہو سکتے ہو۔“

”اوہو.... تمہیں نہیں معلوم۔ تاریخ کی پولیس میری طرف سے بھی مخلوک ہو گئی ہے۔ آصف بھی کچھ کچھ سبھی سوچ رہا ہے۔“

”آصف کی جامت تو کسی دن بناؤں گی۔“

”اچھا جاؤ۔ تمہیں اب نیند آرہی ہے۔“

”نہیں جاتی۔“

”اچھا جی.....!“ انور اٹھتا ہوا بولا۔ ”کیا کہا؟“  
اس نے رسیدہ کو کمرے کے باہر دھکیل کر دروازہ بند کر لیا۔

## حملہ

دوسرے دن انور بہت زیادہ مشغول رہا۔ آصف کی مدد سے اس نے ارشاد کے دفتر کے حسابات کی جانچ پڑھا کی۔ اس کے بیتیرے کاغذ اللہ پلتارہ پھر وہاں سے ہائی سرکل نائب کلب کی طرف چلا گیا۔ میجر نے اسے دیکھ کر نفرت سے منہ سکوڑ لیا۔ اس نے اسے بیٹھنے تک کونہ کہا۔

”میں یہ پوچھنے آیا ہوں.....“

”میں کچھ نہیں بتا سکتا۔“ میجر دروازہ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”تیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔“ انور ایس کر سی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”مسٹر انور..... میرے پاس فضول وقت نہیں۔“ میجر بیز اری سے بولا۔

”میں ارشاد کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”وہ کیا بتائے گا۔“ ایک لاہیز عمر کا فیشن سبل آدمی کمرے میں گھستا ہوا بولا۔ ”میں بتاؤں گا۔“

”کرٹل صاحب..... جتاب والا..... براؤ کرم۔“

”بکومت..... میں تمہاری ہی وجہ سے کنگال ہوا ہوں۔“ وہ چیخ کر بولا۔

”مسٹر..... ا..... کرٹل صاحب براؤ کرم خاموش رہئے۔“

”خاموش رہو۔“ انور میجر کو گھور کر بولا۔

”مسٹر انور..... میں پولیس۔“ میجر فون کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”شوک سے۔“ انور لاپرداہی سے بولا۔ ”پولیس مجھ سے زیادہ اس کیس میں دل جھی لے گی۔“

میجر بے نبی سے کرسی کی پشت سے نکل گیا۔ اس کا منہ فتن ہو گیا۔ ہونٹ خنک ہو چلے تھے۔

”ہاں جتاب..... ادا..... کرٹل صاحب بیٹھ جائیے۔“ انور نے کہا۔

”مسٹر انور آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟“ میجر ہانپاڑا ہوا بولا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ تم خاموش بیٹھے رہو... ہاں کر گل صاحب؟"

"آپ ارشاد کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ وہ پکا بے ایمان تھا۔ اُس نے مجھے بر باد کر دیا۔" کر گل نے کہا۔ "اور اُس سے بھی زیادہ یہ میری جاہی کا باعث ہے۔" کر گل فیجر کو گھورتا ہوا بولا۔

"تینیں کر گل صاحب۔ فیجر بھلا آپ کی چاہی کا باعث کیسے ہو سکتا ہے؟" انور نے کہا۔

"آپ یقین کیجئے اس نے مجھے اُس نامراہ ہیرے کی کان کا حصہ خریدنے کے لئے مجبور کیا تھا اور اسی کے ہاتھ سے مجھے منافع بھی ملا تھا۔"

"جب آپ کو منافع بھی مل چکا ہے تو پھر اُس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟"

"ناراض کیوں ہو رہا ہوں؟" کر گل گرج کر بولا۔ "میرے دس ہزار روپے ڈوب گئے۔ اب ان کی چار سو ٹیکس میری سمجھ میں آئی ہے۔ میرے ہی دس ہزار روپوں میں سے ایک ہزار روپے منافع کے نام پر مجھے واپس کر دیئے اور میں مطمئن ہو گیا۔ جو فرم ہر تیسرے مہینہ اپنے حصہ داروں کو منافع بانتی ہو اُس کی طرف کون نہ دوڑے گا۔"

"تم اب شوق سے پولیس کو فون کر سکتے ہو۔" انور فیجر کی طرف دیکھ کر بولا اور جیب سے قلم نکال کر ایک سادہ کاغذ میز سے اٹھاتا ہوا کر گل کی طرف مخاطب ہوا۔ "ہاں کر گل صاحب آپ کا نام اور پتہ؟"

وہ کافی دیر تک کر گل سے پوچھ چکھ کر تارہ۔ پھر فیجر کی طرف مڑا۔

"تم نے ابھی تک پولیس کو فون نہیں کیا؟" انور نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"مسٹر انور....!" فیجر کی آواز حلق میں رک گئی۔

"پیارے فیجر....!" انور اسی انداز میں بولا۔

"میں اپنی صفائی پیش کرتا چاہتا ہوں۔"

"بھلا مجھ کو صفائی سے کیا غرض۔ نہ میں حاکم نہ مجرم۔" انور مسکرا کر بولا۔

"آپ سب کچھ ہیں، میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اور اس کے باوجود بھی تم نے اسکر آصف سے میری شکایت کی تھی۔ حالانکہ میں اُسے اپنی بوڑھی اولاد سے زیادہ نہیں سمجھتا۔"

"مسٹر انور مجھے افسوس ہے۔"

"میں تم سے معافی نامہ لکھوانے نہیں آیا۔" انور تیز لمحے میں بولا۔ "تو تم ارشاد کے کمیشن اجتہت تھے؟"

"نہیں.... انہوں نے میری محنت کے صلے میں دس ہزار روپے کا حصہ مفت دے دیا تھا۔" کیسے یقین آئے گا اس پر جب کہ ہیرے کی کان کا کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ "انور نے کہا۔" یہ مجھے آج کے اخبار سے معلوم ہوا ہے۔ "فیجر بولا۔"

"بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ تم اس پوری سازش کے سب سے بڑے حصے دار ہو۔" انور نے کہا۔ "کیوں آپ مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" فیجر بے چارگی سے بولا۔

"تو پھر تم نہ پھنسو گے تو کیا میں پھنسوں گا۔" کرٹل نے کہا۔

"کرٹل صاحب آپ غالباً پولیس کو اطلاع دے چکے ہوں گے؟" "ہاں دے چکا ہوں۔"

"تو بس اب تشریف لے جائیے۔" انور نے بے رخی سے کہا۔ کرٹل کچھ دیر بیٹھا دونوں کو گھورتا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

"ہاں تو پیارے فیجر۔" انور اس کی طرف دیکھ کر شراحت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"مسٹر انور میں بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔" فیجر گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"جیسی چیز تھا تو۔ پرسوں یہاں ارشاد آیا تھا یا نہیں؟"

"نہیں....!"

"شاہد.... اس کا پادر شر...؟"

"وہ کلب میں ممبر نہیں تھے لیکن کبھی اُن کے ساتھ آیا کرتے تھے اور آپ کے جانے کے بعد پرسوں وہ آپ ہی کی طرح ارشاد کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے تھے اور کچھ گھبرائے ہوئے بھی تھے۔" فیجر نے کہا۔

"اوہو.... بہت اچھے۔ تو تم بھی پولیس ہی کی طرح ارشاد کا قتل شاہد کے سر تھوپنا چاہتے ہو۔ لیکن تم مجھے بہلا نہیں سکتے۔ رضوان کو جانتے ہو؟"

"نہیں تو.... میں یہ نام چھپلی بار سن رہا ہوں۔"

"بہت اچھے تو تم بھی اُس کے قتل کی سازش میں شریک معلوم ہوتے ہو، کیا تمہیں نہیں

معلوم کہ ارشاد میں سے اُس کے نام پارسل بھیجا کر تا تھا اچھا خیر تمہارا ہام بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں شریک کر لیا جائے گا۔ ”انور اٹھتا ہوا بولا۔

”مسٹر انور میں رضوان کو نہیں جانتے۔“ فیجر بے بی سے بولا۔ ”اُرے سنئے تو سکی۔۔۔ اُرے۔۔۔ آپ۔۔۔!“

انور کوئی جواب دیئے بغیر فیجر کے کمرے سے نکل گیا۔ فیجر اس طرح کری پر پڑا ہانپ رہا تھا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اُس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔

انور دن بھر مارا پھر اُسے ایسا گھوس ہو رہا تھا جیسے وہ جلد ہی اصل مجرم پر قابو پا جائے گا۔ اُس کا ذہن ایک مخصوص لائن پر سوچ رہا تھا۔ آج وہ ایک بار ساجدہ کے گھر بھی گیا تھا اس بات کی اطلاع دینے کے ابھی تک زیدہ کا سراغ نہیں ملا۔ اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ساجدہ نے گھر کے سارے ملازمین کو بر طرف کر دیا ہے اور وہ صحیح معنوں میں ایک مغلس یہود کی طرح زندگی بسر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ساجدہ نے زیورات اور دوسری قیمتی اشیاء لے کر اپنے شہر کا قرض ادا کرنے کا تھیہ کر لیا ہے اور اس کے بعد بقیہ زندگی بسر کرنے کے لئے کسی مجرک مقام پر چلی جائے گی۔ انور اُس کی اس قربانی پر عش عش کرتا ہوا گھر لوٹ آیا۔ اُس نے تھیہ کر لیا تھا کہ وہ آج اس مسئلے کو سلیمانی رہی رہے گا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے بے شمار کاغذات میز پر پھیلاؤ دیئے۔ وہ ایک ایک کاغذ کا بغور مطالعہ کر رہا تھا۔

”اُف میرے خدا۔“ اُس کے مند سے بے اختیار لکھا اور وہ کری کی پشت سے نک کر بے حس و حرکت بیٹھا۔ پھر دھنٹا نہ کرن شست کے کمرے میں آیا۔ وہ اتنی جلدی میں تھا کہ اُس نے بھلی جلانے کی زحمت گوارانہ کی اور دیا مسلمانی کھینچ کر اُسکی روشنی میں ٹیلی فون کے نمبر مسمانے لگا۔

”ہیلو آصف۔۔۔!“ وہ ماڈ تھے میں میں بولا۔ ”میں انور بول رہا ہوں۔ رضوان جس عورت کا وجود چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اس کا پتہ لگ گیا ہے وہ پیش روڑ کے نیس ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۰ میں مقیم ہے۔ اُس سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ جلدی کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اُس کا بھی وہی انجام نہ ہو جو دھار اسکے کا ہو۔ جلدی کرو میں گھر پر آی ہوں۔“

انور رسیور رکھ کر جیسے ہی پٹا کسی نے دروازے پر دسک دی۔ وہ اس طرح خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ کمرے میں روشنی کیے بغیر ہی اُس نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دھنٹا ایک نارچ کی

روشنی اُس کے چہرے پر پڑی اور اُس کی چند ہیائی ہوئی آنکھوں نے ایک اُس سے بھی زیادہ تیز چمک کی جھلک دیکھی اور پھر وہ ایک جھج کے ساتھ کمرے کے وسط میں جاگرا۔ اندر ہرے کی جہیں اور موٹی ہو گئیں۔

پھر نہ جانے کتنی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ وہ اپنے پنچ پر پڑا ہے اور اُسکا دہنا بازو اس طرح جل رہا ہے جیسے ریشے میں آگ بھر دی گئی ہو اور پھر اسکے کانوں میں ایک ایسے گیت کی آواز گوئی خبیجی جس سے اُسے بے انتہا غرفت تھی۔ کوئی بھاری اور بے ہنگام آواز میں گنگدار ہاتھا۔

”مان میرا احسان ارے نادان کہ میں نے تجوہ سے کیا ہے پیار۔“

”یہ کون بد مذاق ہے۔“ اور آنکھیں بند ہی کیے ہوئے زور سے بڑھ لیا۔ ”خدا کے لئے اس غرفت انگیز گانے کے بجائے کچھ اور گاؤ۔ مجھے قطبی اعتراض نہ ہو گا۔“

”اوہ تمہیں ہوش آگیا؟“ کوئی اُس پر جھک کر بولا۔ اور نے آنکھیں کھول دیں۔

آصف غور سے اُس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اور نے اٹھنے کی کوشش کی اور اب اُسے تھوڑی دیر قبل کا واقعہ یاد آرہا تھا۔

”میا میرے سینے میں زخم ہے؟“ اور نے آصف سے پوچھا۔

”جیسیں لینے رہو..... زخم بائیں بازو میں ہے۔“ آصف نے کہا۔ ”مگر وہ حقاً کون؟“

”مجھے افسوس ہے کہ وہ اپناتام بتانا بھول گیا۔“ اور جھلا کر بولا۔

”مرے جگنگی اس حالت میں بھی تمہاری زبان نہیں مانتی۔“ آصف مسکرا کر بولا۔

”زبیدہ کہاں ہے؟“

”اُس نے زہر کھالیا۔ میں اُسے پولیس کی گاڑی میں کوتوالی لے جا رہا تھا اُس نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر زہر کھایا اور وہ زہر بھی اتنا سر لیج الاڑ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ختم ہو گئی۔

کچھ ایسے واقعات پیش آرہے ہیں کہ عقل ہی کام نہیں کرتی..... وہ لڑکی تھی کون؟“

”ایک مظلوم لڑکی۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید حوالات میں اُسے پناہ مل سکے۔ خیر اُسے مرتا تو تھا ہی زہر نہ کھاتی تو قتل کر دی جاتی۔ وہ ارشاد کے قتل کے سلسلہ میں بہت کچھ جانتی تھی لیکن تنانے سے پہلے ہی چل بی۔“

اور پھر اور نے آصف کو زبیدہ کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ لیکن اُس پرچے کے بارے میں

پکھ نہیں بتایا جو زبیدہ کے کمرے میں گرا تھا۔

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔“ آصف آہستہ سے بڑا لیا۔ ”تمہیں پہلے ہی مجھے اس کی اطلاع دیتی چاہئے تھی۔“

”سنو آصف! میں اتنا پتھر نہیں ہوں جتنا کہ لوگ مجھے سمجھتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ زبیدہ کا نام منتظر عام پر نہ آئے۔ وہ دنیا کی مظلوم ترین ہستی تھی۔ مگر پھر مجھے مجبور ہو جانا پڑا۔ مجھے یہ خوف لا جائی ہوا کہ کہیں اُس کا بھی وہی حشر نہ ہوا ہو جو دھارا سنگھ کا ہوا۔“

”تمہاری اسی احتیاط نے اُس کی جان لی۔“ آصف نے کہا۔

”نہیں آصف، پولیس جب بھی اُسے حراست میں لینے کی کوشش کرتی، زندہ نہ پاتی۔ یہ سمجھ لو کہ انور جس سے ہار جائے دنیا کی کوئی طاقت اُسے قابو میں نہیں لا سکتی۔ وہ پولیس کو ایک لفظ بھی نہ بتاتی۔“

آصف خاموش ہو گیا۔ اُس کی نہایں تکفر آمیز انداز میں انور کے چہرے پر جھی ہوئی تھیں۔

”تو کیا اب قائل کا پتہ نہ لگ سکے گا؟“ آصف نے ماہ سانہ انداز میں کہا۔

”ایسا تو نہیں۔“ انور مسکرا کر بولا۔ ”کل تم اُسے مردہ یا زندہ پولیس کی لاری میں لاد کر کو تو ایسے جاؤ گے۔“

”وہ کون ہے؟“ آصف نے بے ساختہ پوچھا۔ انور مسکرانے لگا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آصف کی بے چینی قتل از وقت اور فضول ہے۔ وہا بھی ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔ ”میں خود نہیں جانتا۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن کل وہ یقیناً میرے قابو میں ہو گا۔ اور... رشیدہ کہاں ہے؟“

”دوا لینے ڈاکٹر کے ساتھ گئی ہے۔“ آصف نے کہا۔

”اوہ تو ڈاکٹر مجھے دیکھے چکا ہے؟“

”ہاں.... لیکن تم یہ کیوں نہیں بتاتے کہ جملہ آور کون تھا؟“

”بھی میں خود نہیں جانتا۔ اُس نے پہلے میرے چہرے پر نارج کی روشنی ڈال کر مجھے چند ہی دیا۔ پھر شاید چاقو سے دار کیا تھا۔“

”ہاں زخم چاقو کا ہے۔ مگر زیادہ کھرا نہیں۔“ آصف نے کہا۔ ”میں زبیدہ کی لاش کو ہپتال

پہنچا کر سید حافظ نہیں آیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ نارج جلانی تو تم فرش پر پڑے دکھائی دیئے۔ رشیدہ بھی موجود نہیں تھی لیکن وہ تھوڑی دیر بعد آگئی۔ میں نے فون پر ڈاکٹر کو بلا لیا تھا۔ رشیدہ بہت پریشان تھی۔ واقعی وہ تھیں بہت زیادہ چاہتی ہے۔“

”دوسٹ چاہتے ہی ہیں۔ وہ میرا دوست ہے میں اُسے لڑکی نہیں سمجھتا۔“ انور آنکھیں بند کر کے بڑھ لیا۔

”میا تم اس کی رپورٹ پولیس کو دو گے؟“ آصف نے پوچھا۔

”یقیناً جو دل چاہے لکھ دیتا۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن شے میں رضوان کا نام ضرور لکھوادیتا۔ وہ کل مجھے زبیدہ کے سلسلے میں دھمکی دے کر گیا تھا۔ اُس کا نام اخبار میں بھی آجائے تو اور اچھا ہے میں وجہ نہیں بتاؤں گا بس۔“

## قاتل کون

دوسرے دن پولیس رضوان کی حلاش میں تھی اور وہ کہیں غائب ہو گیا تھا۔ اخبارات میں زبیدہ کی تصویر اور اُس کی درد بھری کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس طرح پیک ارشاد کے ایک اور سیاہ کار نام سے واقف ہوئی۔ لیکن اب اُس کے قائل کا نام جانتے کے لئے لوگوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ اُسے شاہد نے قتل کیا تھا یا رضوان نے؟ اُپکڑ آصف نے شاہد کی بیوی کو حرast میں لے لیا تھا۔ ہائی سرکل مائنٹ کلب کے نیجر کی گرفتاری زیر غور تھی۔

لوگوں کو موقع تھی کہ اس پار پھر کرامم رپورٹ انور ہی قائل کی گرفتاری کے سلسلہ میں پولیس کی رہنمائی کرے گا۔ کیونکہ انور پر اچاک حملے سے تو یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ معاملے کی تہہ سک پہنچ کا ہے۔ اس لئے قائل نے اُسے بھی اپنے راستے سے بٹانے کی کوشش کی۔

انور آج آفس نہیں گیا۔ حالانکہ زخم زیادہ گہرا نہیں تھا اور نہ وہ کوئی خاص تکلیف ہی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ باہر نہیں لکھا۔ اُپکڑ آصف نے اُس کے گھر کے کئی چکر لگائے لیکن اُس سے کوئی کام کی بات نہ معلوم کر سکا۔ وہ اُسے بچوں کی طرح بھلاتا رہا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے اُس وعدے پر قائم تھا کہ آج وہ قائل کو پولیس کے ہوائے کرو۔ گا۔ اُس نے

رشیدہ کو بھی کچھ نہیں بتایا۔ حسب معقول رشیدہ دفتر چلی گئی اور جب وہ شام کو واپس آئی تو انور کو پہلے ہی کی طرح کتابوں میں ڈوبا ہوا پاپا۔

”کیا وہ قائل ان کتابوں کے کے صفحے سے چپا ہوا ہے؟“ رشیدہ بولی۔

”نہیں وہ تمہاری کیلی آنکھوں سے جھانک رہا ہے۔“ انور نے کہا اور کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹھہر آمیز انداز میں رشیدہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا میرے دوست! اب اس ذرا سے کے آخری مین کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

”کیا مطلب...؟“

” غالباً ہمارے دونوں پستول تھیک حالت میں ہوں گے؟“ انور نے کہا۔

”ہاں ہیں تو لیکن تمہارا رادہ کیا ہے؟“

”ایک گیدڑ کی بھت میں گھٹا ہے جسے لوگ خواہ خواہ بھیڑا کجھے بیٹھے ہیں۔“

”تمہارا اشارہ قائل کی طرف ہے؟“ رشیدہ نے کہا۔

”ہاں۔“

”لیکن وہ ہے کون؟“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ذرا اندر ہیرا پھیلنے دو۔“ انور نے کہا۔ ”ہاں رشو، ان پستولوں کو ایک بار پھر دیکھ لیا جائے۔“

رشیدہ اپنے کمرے سے دونوں پستول لے آئی۔ انور آنکھیں گھما پھرا کر دیکھنے لگا۔

”تو کیا پولیس کی مدد نہ لو گے؟“ رشیدہ نے کہا۔

”پولیس بعد کی چیز ہے۔ اگر اس نے مجھ پر حملہ نہ کیا ہوتا تو نہیں خواہ خواہ کی دردسری مول نہ لیتا۔ مگر اب ضروری ہو گیا ہے۔“

”تو پھر میں اس غرарے اور دوپٹے کو تہہ کر کے بکس میں رکھ دوں؟“ رشیدہ نے کہا۔

”قطعی...!“ انور نے کہا اور سکریٹ سلاکا کر کرے میں نہیں لٹکنے لگا۔

تحوڑی دیر بعد رشیدہ لباس تبدیل کر کے آگئی۔ اس نے کستھی رنگ کے چڑے کی جیکٹ اور خاکی گیبر ڈین کی چلوں پہن رکھی تھی۔

ا۔ وقت انور کی جمع آئے پیار بھری نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔

”شہابش.... اب تم اس وقت ایک جوان عورت نہیں مرد معلوم ہو رہی ہو۔“ انور بے

اختیار بولا۔

”اور یہ گھونسا....؟“ رشیدہ مٹھی باندھ کر انور کے چہرے کے سامنے نچاتی ہوئی بولی۔

”بہت لذیذ.... لیکن ابھی اس کے استعمال کا وقت نہیں۔“

تحوڑی دیر بعد اُس کی موڑ سائیکل شہر کی متعدد سڑکوں پر فرانے بھرتی پھر رہی تھی۔ انہوں نے اس دوران میں رشیدہ کو اپنی پوری اسکیم سے آگاہ کر دیا تھا۔ موڑ سائیکل کی رفتار سُلٹ اسٹریٹ میں پہنچ کر کم ہو گئی اور پھر وہ دونوں اتر پڑے۔ موڑ سائیکل ایک سڑک کے کنارے کھڑی کر کے وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ آسکر اسٹریٹ پر سکون سڑک تھی جس کے دونوں اطراف عالی شان کوٹھیاں تھیں۔ یہاں زیادہ تر متوال لوگ رہتے تھے۔

لقر بیانوں گئے تھے۔ سردیوں کی رات تھی اور جلد ہی چاروں طرف ننانا چھاگیا تھا۔ اکثر کوٹھیوں کی جالیوں، کھڑکیوں اور روشنندانوں سے روشنی چھن کر سڑک پر آ رہی تھی۔ وہ دونوں ساجدہ کی کوٹھی کے سامنے رک گئے۔ انور نے آہستہ سے سلاخوں دار چھانک کھولا اور دونوں کپاؤٹ میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی چاروں طرف ننانے اور تاریکی کا راجح تھا۔ رشیدہ کو کھٹی کا چکر لیتی ہوئی پچھواڑے کی طرف چلی گئی اور انور برآمدے کی طرف بڑھا۔ پہ پہ کھنثی بجانے کے بعد ایک دروازہ کھلا اور برآمدے میں روشنی پھیل گئی۔

”کون ہے؟“

”اوہ ساجدہ....!“ انور آگے بڑھ کر بولا۔

”انور.... کیوں.... کیا ہے؟“ ساجدہ اوپنی آواز میں بولی۔

”میں بہرہ نہیں ہوں۔“ انور نے کہا۔

”کیوں....؟“

”رسوان کے متعلق کچھ پوچھنا ہے۔ کیا تم نے آج کا اخبار نہیں پڑھا....؟“ انور کرے میں

گھستا ہوا بولا۔

”کیوں تم میرے بیچھے پڑ گئے ہو۔“ ساجدہ بے بی سے بولی۔

”رسوان نے تمہارے سامنے مجھے دھمکی دی تھی۔ کیا تم میری طرف سے گواہی دو گی؟“

انور ایک صوفے میں دھنستا ہوا بولا۔

”مجھے کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔“ ساجدہ ہیز اری سے بولی۔

”ایسا نہ کہو۔“ انور انتہائی جذباتی لمحے میں بولا۔ ”مجھے اب بھی تم سے محبت ہے۔“

ساجدہ غم اگئیز نظر وہ سے اُسکی طرف دیکھنے لگی۔ شاید اُس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔

”انور اب اس قصے کو مت چھیر دو۔ میرا دل دنیا سے اچھت ہو گیا ہے۔“ ساجدہ ایک طویل

سافن لے کر بولی۔

”غائب اسی لئے تم ارشاد کی ڈاڑھی بڑھنے کا انتظار کر رہی ہوتا کہ اُسے ایک مولوی کے بھیں  
میں تھج کا بہانہ کر کے یہاں سے نکال لے جاؤ۔“ انور نے اپنا ایک ہاتھ جیب میں ڈالتے ہوئے  
اطمینان سے کہا۔ ساجدہ بے اختیار اچھل پڑی۔ وہ انور کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دھنٹا  
سامنے والے کمرے سے ایک فائز ہوا۔ اگر انور پہلے ہی سے غیر ارادی طور پر ایک طرف نہ جھک  
گیا ہوتا تو اُس کا ٹکار ہو جانا تینی تھا۔ دھنٹا وہ اچھل کر ساجدہ پر آ رہا اور اُسے ڈھال بنا کر پستول  
نکالے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

”ارشاد تمہاری دوسری گولی ساجدہ کے لگے گی۔“ انور چھ کر بولا۔ ”تم یہاں سے بھاگ  
نہیں سکتے۔ چاروں طرف پولیس لگی ہوئی ہے۔“

ساجدہ اُس کی گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔

”تم ایک اچھی اوکارہ ہو۔“ انور آہستہ سے بولا۔ ”اور ہندوستانی صنعت فلم سازی کا ایک  
روشن مستقبل...!“

ساجدہ اُسے بے تحاشا گالیاں دے رہی تھی۔

رنحت اسامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا اور ارشاد اپنے دو ٹوٹ ہاتھ اور پر اٹھائے ہوئے باہر آیا۔

اُس کے پیچھے رشیدہ تھی جس کے پستول کی ہاتلی ارشاد کی کمر میں چبھی ہوئی تھی۔

”بہت اچھے۔“ انور پھوٹ کی طرح چینا۔

رشیدہ داد طلب نگاہوں سے انور کی طرف دیکھنے لگی اور ارشاد نے پھر تی سے پلت کر ایک  
ہاتھ اُس لے پستول پر مار اور دوسرے ہاتھ سے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ دوسرے لمحے میں وہ جست  
لگا کر، ازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ لیکن انور کے پستول سے ایک شعلہ لکلا اور ارشاد برآمدے

میں پہنچنے پہنچنے جی مار کر گر پڑا۔ انور ساجدہ کو چھوڑ کر اُس کی طرف پکا۔ رشیدہ جوز مین سے اٹھ کنی تھی ساجدہ پر جھٹ پڑی۔

گولی ارشاد کے ہیر میں گئی تھی۔ وہ ایک زخمی کتے کی طرح زمین پر پڑا غفار ہاتھا۔ انور اُسے بے دردی سے کھینچتا ہوا پھر کمرے میں لے آیا۔ رشیدہ اور ساجدہ اب بھی تک گتھی ہوئی تھیں۔ انور نے زمین پر پڑا ہوا پستول اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"رسو... اب یہ سلسلہ ختم بھی کرو۔" انور آتا ہے ہوئے لجھے میں بولا اور رشیدہ نے ساجدہ کا سر دیوار سے نکلا دیا۔ وہ لہرا کر زمین پر آرہی اور بے ہوش ہو گئی۔

"اگر تم کل رات کو مجھ پر حملہ نہ کرتے تو شاید میں یہ تکلیف گوارانہ کرتا۔" انور ارشاد کی طرف دیکھ کر بولا۔ "شاہد، دھارا سنگھ اور زبیدہ کا خون ناحق تمہاری گردن پر تھا اور تم جو کرنے جا رہے تھے۔ اس میں تک ٹھیں کہ تمہاری یہوی بڑی ہو شیار ہے مگر اس نے اس معاملہ میں مجھ سے مدد لے کر غلطی کی..... مگر نہیں، وہ تمہیں شاہد کی لاش تو اپنی لاش ثابت کرنی تھی۔ شاہد کو اپنا مفتر و قائل بھی ثابت کرانا تھا اور اسی لئے تم نے اُس کے قتل کا وہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اُس کی خلی ہی بگز جائے۔ ظاہر ہے جب تمہاری یہوی ہی شاہد کی لاش کو تمہاری لاش تسلیم کر لیتی تو کسی کو کیا اعتراض ہوتا۔ مگر تم نے اس سلسلے میں دو اہم غلطیاں کیں۔ ایک تو شاہد کی یہوی کو جعلی خط اور دوسرے وہ پرچہ جو تم نے پسل سے گھیٹ کر زبیدہ کے کمرے میں ڈالا تھا۔ تم نے اپنا جرم چھپانے کے لئے اتنی حماقتوں کیں کہ خدا کی پناہ۔"

انور نیلی فون کی طرف بڑھا۔

"ہیلو آصف.... میں ۳۱۔ آسکر اسٹریٹ سے بول رہا ہوں۔ وعدے کے مطابق تمہارا شکار میرے قابو میں ہے.... نہیں.... نہیں زیادہ انتظام کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک خارش زدہ گیدڑ کی طرح بے بس پڑا ہے۔"

آصف نام پوچھتا ہی رہ گیا مگر انور نے رسیور رکھ کر کمرے میں ٹھلانا شروع کر دیا۔

"ساری پرانی دشمنی تم آج ہی نکال لو گے؟" ارشاد نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے صرف کل رات کے حملے کا انتقام لیا ہے۔" انور نے لاپرواپی سے کہا۔

"اس کا مطلب کچھ اور ہے۔" رشیدہ نے مسکرا کر کہا۔ انور کو اُس کی مسکراہٹ بڑی سفاک

معلوم ہوئی۔ اسے یہ سوچ کر خوشی ہوئی کہ وہ ایسے ماحول میں بھی سکر سکتی ہے۔

"ساجدہ بے قصور ہے قطبی بے قصور۔ دیوالیہ ہو جانے کے بعد اور یہ محسوس کرنے پر کہ اب ہیرے کی کان کا اشٹ زیادہ نہیں چل سکتا۔ میں نے یہ پروگرام بتایا تھا۔" ارشاد نے کہا اور درد کی شدت کی وجہ سے کراہنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔ "میں نے ساجدہ کو اپنی پوزیشن بتا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ میرے پاگل پن کی فرضی داستان لے کر تمہارے پاس جائے اور میں کسی دوسرے ملک کو فرار ہو جاؤ۔ اگر میں اُس سے یہ بتا دیتا کہ میں اپنی فرضی خود کشی کو منتظر عام پر لانے والا ہوں تو وہ بھی اس پر تیار نہ ہوتی۔ پھر میں نے شاہد کو تاریخام لے جا کر قتل کر دیا اور دھارا سنگھ نے شاید کچھ دیکھ لیا تھا۔ اس نے مجھے اسے بھی قتل کر دینا پڑا۔ بہر حال ساجدہ بے قصور ہے۔ تم اسے بچانے کی کوشش کرنا۔"

"کیا تم اُس دن شاہد کے ساتھ زبیدہ کے پاس گئے تھے؟"

"ہاں... اور میں نے یہی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔"

"تم نے دیکھا کہ وہ کس طرح تم پر قربان ہو گئی؟" انور نے نظرت سے منہ سکوڑ کر کہا۔ "تم جیسے تپاک آدمی کے لئے اُس نے جان دے دی۔"

ارشاد نے اپنا منہ بازوں میں چھپا لیا۔

تھوڑی دیر بعد آصف کچھ کاشیلوں کے ساتھ کرے میں داخل ہوا۔ ارشاد کو دیکھ کر اُس کے منہ سے بے سازدہ چیز نکل گئی۔

انور ہنسنے لگا۔

"میں جھوٹے وعدے نہیں کرتا۔" انور بولا۔

"مگر... مگر...!" آصف ہکلا یا۔

"ہاں ہاں یہ ارشاد ہے۔ اُس کا بھوت نہیں۔ جس کا قتل ہوا وہ شاہد تھا... رضوان کا اس معاملے میں کوئی باتھ نہیں۔ وہ صرف زبیدہ والے حادثے کے سلسلے میں روپوش ہو گیا ہے۔ یہ صمدہ اب ایسا نہیں رہ گیا کہ جسے تم نہ حل کر سکو۔ اچھا گذشت۔ آور شو چلیں۔ ہم نے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔"

"مگر سنو تو کسی۔"

”اور جو کچھ پوچھتا ہو گھر آکر پوچھتا۔ ان دونوں کو فی الحال لے جاؤ۔“ انور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

”مگر میں حکم دیتا ہوں۔“ آصف بلند آواز میں بولا۔

”چھاہی۔“ انور پلٹ کر بولا۔ ”چھڑانے لگے۔ تمہارے لئے بھی کیا کم ہے کہ اس کامیابی کا سہرا تمہارے سر باندھ رہا ہوں۔ مجھے تو اپنے اخبار کی روپورٹ سے مطلب ہے۔ مگر ہاں کچھ کھانے کا انعام کر سکتے ہو؟“

تحوڑی دیر بعد انور اور رشیدہ ایک ریسٹوران میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ”اگر وہ پرچہ میرے ہاتھ نہ گلت تو میں بھی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا۔“ انور نے کہا۔ ”خیر چھوڑو ہٹاؤ۔ کوئی اور بات کرو۔ زبیدہ مفت میں ماری گئی۔ اُس کے اس جذبے کی میں قدر کرتا ہوں۔ کسی قائل کا ساتھ دینے کے لئے بڑی ہمت چاہئے اور یہ معلوم ہو جانے کے باوجود بھی وہ حتی الامکان اُسے بچانے کی کوشش کرتی رہی کہ اُس کا تعلق دہ سری عورتوں سے تھا۔“

”مجھے تو اُس سے قطعی ہمدردی نہیں۔“ رشیدہ نے کہا۔

”اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔“ انور بولا۔

”بہر حال ساجدہ جیل ضرور جائے گی۔“

”اوہ نہ چھوڑو بھی۔ اس وقت رومانی گلٹلو کرنے کو دل پاہ رہا ہے۔“ انور تجیدگی سے بولا۔ ”دیکھو فضا کئی خوٹکوار ہے۔ رات گیسوؤں کی طرح تاریک ہے اور تمہارے گیسو، تمہاری آنکھیں کئی حسین ہیں۔ ان میں آسمان سے ستارے اترے، آرے ہیں۔ رشو فوراً آنکھیں بند کر لو۔ کہیں پھوٹ نہ جائیں۔ ستارے بہت وزنی ہوتے ہیں۔ ستارے کہ بعض ہماری زمین سے بڑے ہوتے ہیں۔“ رشیدہ بے اختیار اُس پر ڈی۔

# ختم شد